ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اپریل ۱۹۹۹ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

حقیقی تقویٰ!

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اُس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۷)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۷۸ ھش

مئی ۱۹۹۹ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ——— ۴۰

شمارہ نمبر ——— ۴

شرح چندہ

پاکستان ——— ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ——— چھ روپے

اداریہ

"تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں"

قرآن کریم وہ عظیم الشان آسمانی کتاب ہے۔ جو تمام کتب سماویہ پر ہر حیثیت سے فوقیت رکھتی ہے' اعلیٰ و ارفع ہے صوری اور معنوی حسن کے لحاظ سے' اکمل و افضل ہے اپنی تعلیمات کے لحاظ سے' دوسری الہامی کتب کی طرح مختص الزمان ہے نہ مختص القوم' ہر رنگ و نسل اور تمام بلاد و امصار کے انسان اس چشمہ ہدایت سے سیراب ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ یہ وہ نیّر صداقت ہے جس نے رب کریم کا حسین چہرہ دکھلایا اور اس حسن نے دلوں سے غیروں کا نقش مٹا کر عاشق دلبر بنایا۔

حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے قرآنی فضائل و امتیازات کو تمام الہامی کتب کے مقابل پیش کیا اور پھر اس بحر معارف سے تشنہ روحوں کو پلایا کہ وہ بھی حقائق و معارف سے آگاہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سرچشمۂ ہدایت کی خبر دیتے ہوئے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا

"اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ۔"

کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن کریم میں ہیں۔

دنیا اور آخرت کی بھلائی' ہر انسان کے لئے بھلائی اور ہر قوم کے لئے موجب خیر و برکت صرف قرآن ہے۔ یہ فلاح اور نجات کا سرچشمہ ہے۔ سراپا رحمت ہے انسان کو صرف باخدا انسان ہی نہیں خدا نما انسان بناتا ہے۔ یہ وہ آب بقا ہے جو زندگی بخش بھی ہے اور انقلاب آفریں بھی۔ اس میں وہ فلسفۂ حیات ہے جو قوموں کی تقدیر بدل دیتا ہے۔ اس میں ایک عجیب اعلیٰ درجہ کا حسن ہے جس کی طرف ہر کوئی برضا و رغبت کھنچا چلا آتا ہے اور یہ وہ آسمانی شہد ہے جس سے کامل شفا اور قلبی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ عرفان کے اس بحرِ متلاطم کے بارہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو کشفاً بتایا گیا۔

"وانی ادرکت بالکشف ان حظیرۃ القدس تسقی بماء القرآن و ھو بحر موّاج من ماء الحیاۃ۔ مَنْ شرب منہ فھو یحیٖی بل یکون من المحیین"

(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۴۵ - ۵۴۶)

میں نے کشف میں دیکھا کہ حظیرۃ القدس یعنی جنت قرآن کریم کے پانی کے ساتھ سیراب کی جاتی ہے اور وہ یعنی قرآن کریم زندگی کے پانی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس نے اس سے پیا' وہ نہ صرف خود زندہ

رہے گا بلکہ دوسروں کو زندہ کرنے کا موجب ہوگا۔

قرآن کریم کی عظمت اور عزت کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا اور اپنی جماعت کو تعلیم دی۔

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔" (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶)

پھر حضرت اقدسؑ نے قرآن کریم سے اپنے عشق کا یوں اظہار فرمایا۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں　　قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

قرآن کریم سے اس والہانہ محبت و عشق کے اظہار کے ساتھ قرآن کریم کو جو اپنے لئے حرزِ جان سمجھتے ہیں کسی کا غلط تاثر دینا اور کوئی ناروا بات کہنا انتہا درجہ کا ظلم ہے خصوصاً جس جماعت نے یہ ثابت کر دکھایا ہو۔ کہ فلاح و نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے اور یقیناً ہماری فلاح کا راز یہی ہے کہ "جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"۔

نامور داعی الی اللہ، صحافی اور شاعر

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب وفات پاگئے

مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۹۹ء کو ہمارے معروف داعی الی اللہ اور رئیس المربیان مغربی افریقہ نامور صحافی اور شاعر سابق ایڈیٹر الفضل ربوہ بعمر ۸۲ سال ربوہ میں وفات پاگئے۔ اعلیٰ تعلیم کے بعد سرکاری ملازمت ملی جسے خیرباد کہہ کر زندگی وقف کی۔ نہایت محنت و جانفشانی سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اہم فرائض سرانجام دیئے اور تادم آخر خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔

محترم مولانا موصوف نے ۱۹۴۵ء تا ۱۹۶۴ء کا طویل عرصہ مغربی افریقہ میں دعوت الی اللہ کا کام سرانجام دیا۔ مرکز سلسلہ میں آکر تحریک جدید میں وکیل التصنیف اور وکیل التعلیم کے طور پر کام کیا۔ ۱۹۷۷ء تا ۱۹۷۹ء دوبارہ سیرالیون میں امیر و مشنری انچارج کے فرائض ادا کرتے رہے۔ مرکز میں مجلس افتاء، مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ اور الفضل بورڈ کے رکن بھی رہے۔ مجلسِ انصار

اللہ مرکزیہ میں آپ کو نمایاں خدمات کی توفیق ملی- چنانچہ آپ ۱۹۶۵ء میں نائب قائد عمومی مقرر ہوئے- ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۷ء بطور قائد عمومی کام کرنے کی توفیق پائی- اس طرح مجلس انصار اللہ کے تنظیمی و تربیتی امور کی سرانجام دہی کرتے رہے- مغربی افریقہ میں THE TRUTH شائع کرتے رہے- ۹ سال سے زائد عرصہ تک روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر رہے اور بڑے نامساعد حالات میں بڑی محنت اور جرأت سے اخبار کی ادارت کی- اس دوران ایام اسیری بھی نصیب ہوئے جنہیں پیرانہ سالی کے باوجود نہایت ہمت اور صبر و برداشت سے گزارا- موصوف نے نظم ونثر اور سوانح پر مشتمل متعدد کتب انگریزی اور اردو میں شائع کیں اور یہ سلسلہ تادم آخر جاری رکھا- ادارہ ماہنامہ انصار اللہ ایک مخلص، شفیق، خوش خلق اور متقی بزرگ کی وفات پر موصوف کے جملہ عزیز و اقارب سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے- آپ کی اولاد اور دیگر اقرباء کو صبر جمیل عطاء فرمائے-

---

حسن کارکردگی ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ پاکستان

سال ۱۹۹۸ء/ ۱۳۷۷ ھش میں ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ پاکستان میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اضلاع 'اسناد خوشنودی کے حق دار قرار پائے-

ان کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کئے گئے جو حضور نے منظور فرمائے ہیں- اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے- آمین

۱	نظامت ضلع	اسلام آباد	اول	مکرم چوہدری عبدالواحد ورک صاحب ناظم ضلع
۲	نظامت ضلع	لاہور	دوم	طاہر احمد صاحب ملک ناظم ضلع
۳	نظامت ضلع	راولپنڈی	سوم	چوہدری مبارک احمد صاحب ناظم ضلع

حسن کارکردگی مجالس انصار اللہ پاکستان

سال ۱۹۹۸ء/ ۱۳۷۷ ھش میں زعماء اعلیٰ اور زعماء مقامی مجالس انصار اللہ پاکستان میں کارکردگی کے لحاظ سے علم انعامی کی حق دار اور پہلی دس مجالس کی فہرست حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوائی گئی تھی- جسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظور فرمایا ہے- اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کیلئے یہ اعزاز مبارک فرمائے آمین-

۱- مجلس انصار اللہ	بیت الاحد لاہور	اول اور علم انعامی کی حقدار	۶- مجلس انصار اللہ	ٹاؤن شپ لاہور	ششم
۲- " "	ربوہ	دوم	۷- " "	مارٹن روڈ کراچی	ہفتم
۳- " "	اسلام آباد شمالی	سوم	۸- " "	کریم نگر فیصل آباد	ہشتم
۴- " "	ماڈل کالونی کراچی	چہارم	۹- " "	مغل پورہ لاہور	نہم
۵- " "	دارالذکر فیصل آباد	پنجم	۱۰- " "	دارالحمد فیصل آباد	دھم

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان)

امام الکلام

"فلاح اور نجات کا سرچشمہ"

"....... میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی۔ اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دیجاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں .... قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتداء میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھائی گئی جو نبی رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے۔ پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو۔ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلوں کو دی تھیں۔"

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶-۲۷)

کلام الامام

قرآن کریم کی عظمت اور حقانیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کا چودہ سو سال پہلے کا یہ دعویٰ کہ وہ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ہے' یعنی پہلی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کی طرف بھیجا گیا ہے خود ایک عظیم صداقت اور اس کی حقانیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ نزول قرآن کے وقت بہت سی کتب سماوی ایسی تھیں جن کے متعلق کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا' لیکن اب وہ باتیں ظاہر ہو رہی ہیں اور چونکہ اب اشاعت کتب کی بہت سی سہولتیں ہو گئی ہیں اس لئے بہت سی چھپی ہوئی اور نا معلوم باتیں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ اور ہر نئی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قرآن کریم کی ہی تصدیق کر رہی ہوتی ہے کہ قرآن کریم کا بھیجنے والا یقیناً اصدق الصادقین ہے۔ جو بات وہ کہتا ہے سچی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کسی کو کبھی بھی شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علم تو بڑھ رہا ہے۔ اگر کبھی آئندہ کوئی سابقہ شریعت (جو اس وقت انسان کے سامنے نہیں) انسان کے سامنے آ جائے تو یقیناً اس میں بھی ہم پائیں گے کہ ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے۔

پس فرمایا کہ یہ کتاب جامع ہے تمام برکات کی۔ اس لئے یہ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ہے۔ پہلی تمام صداقتوں کی تصدیق کرتی ہے اور پہلی پیشگوئیوں کے مطابق اس کا نزول ہوا ہے۔ ہر نبی کو یہ فکر تھی کہ جو عظیم الشان نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آنے والا ہے کہیں میری امت غلطی سے اس کا انکار کر کے خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مورد نہ بن جائے اور ان سب انبیاء کو اس چیز سے دلچسپی تھی۔ کیونکہ یہ کتاب (قرآن) ہر قوم کے لئے تھی۔ اس لئے وہ ان سب قوموں کا مشترکہ روحانی مائدہ تھا۔ اور ان سب نبیوں کی قوم نے اس سے فیوض حاصل کرنے تھے۔ اس لئے ان سب کو فکر تھی کہ کہیں ان کی قوم اس ابدی آتشی شریعت سے محروم نہ ہو جائے اور مورد غضب الٰہی نہ بن جائے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَھَا

یعنی تیرے اوپر فضل اس لئے کیا گیا ہے اور یہ کتاب مبارک اس لئے اتاری گئی ہے کہ تا نہ صرف مکہ اور اہل عرب بلکہ وَمَنْ حَوْلَھَا تمام ان آبادیوں میں رہنے والی اقوام کو بھی ڈرائے جو عرب کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔"

(قرآنی انوار صفحہ ۷۷)

عربی منظوم کلام

وَ وَاللّٰهِ فِی الْقُرْاٰنِ کُلُّ حَقِیْقَةٍ　　وَ آیَاتُهٗ مَقْطُوْعَةٌ لَاّ تُغَیَّرُ

اور بخدا! قرآن شریف میں ہر ایک حقیقت ہے۔ اور اس کی آیتیں قطعی ہیں جو بدلتی نہیں۔

مَعِیْنٌ مَّعِیْنُ الْخُلْدِ نُوْرُ مُعِیْنِنَا　　هُدَاهُ نَمِیْرُ الْمَاءِ لَا یَتَکَدَّرُ

وہ صاف پانی ہے' بہشت کا پانی' ہمارے خدا کا نور۔ ہدایت اس کی صاف زلال ہے' مکدر نہیں

اَرٰی آیَهٗ کَالْغِیْدِ جَاءَ تْ مِنَ السَّمَاء　　وَفِیْهَا شِفَاءٌ لِّلَّذِیْ یَتَدَبَّرُ

اس کی آیتیں حسین ہیں جو آسمان سے اتریں۔ اور ان آیتوں میں فکر کرنے والوں کے لئے شفا ہے

وَیُصْبِیْ قُلُوْبَ النَّاسِ بِالنُّوْرِ وَالْهُدٰی　　وَیُرْوِی الْعُطَاشٰی بِالْمَعِیْنِ وَیَظْئَرُ

اور لوگوں کے دل اپنے نور کے ساتھ کھینچ رہا ہے۔ اور پیاسوں کو صاف پانی سے سیراب کر رہا ہے اور دائیوں کی طرح دودھ پلاتا ہے

وَ قَدْ کَانَ صُحُفٌ قَبْلَهٗ مِثْلَ خَادِجٍ　　فَجَاءَ لِتَکْمِیْلِ الْوَرٰی لِیُغَزَّرُ

اور اس سے پہلی (کتابیں) اس اونٹنی کی طرح تھیں جو قبل از ولادت بچہ دیتی ہے پس قرآن لوگوں کے کامل کرنے کے لئے آیا تا ایک بار ہی تمام دودھ دوہا جائے

بِلَیْلٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ اَرْخٰی سُدُوْلَهٗ　　تَجَلّٰی وَاَدْرٰی کُلَّ مَنْ کَانَ یُبْصِرُ

ایسی رات میں آیا جو سمندری موج کی طرح اپنی چادر پھیلا رکھے تھی سو اس نے آکر زمانہ کو روشن کر دیا اور ہر ایک جو دیکھ سکتا تھا اس کو دکھا دیا

اَیَا اَیُّهَا الْمُغْوِیْ اَتُنْکِرُ شَانَهٗ　　وَمَافِیْ یَدَیْنَا غَیْرُهٗ یَا مُزَوِّرُ

اے گمراہ کرنیوالے! کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے۔ اور بجز قرآن ہمارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اے جھوٹ گھڑنے والے!

(ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۶۷-۱۶۸)

فارسی منظوم کلام

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ　　بر غنچہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

قرآن کے پاک نور سے صبح نمودار ہو گئی اور دلوں کے غنچوں پر باد صبا چلنے لگی

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد　　وایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حسن تو کسی چاندنی میں بھی نہیں

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا　　وایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ

یوسفؑ تو ایک کنویں کی تہ میں اکیلا گرا تھا مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنویں میں سے نکالا ہے

از مشرقِ معانی صد ہا دقائق آورد　　قدِ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

حقائق کے منبع سے یہ سینکڑوں باریکیاں اپنے ساتھ لایا ہے 'نازک ہلال' کی کمر ان حقائق کی باریکیوں کو دیکھ کر جھک گئی ہے

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد　　شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

اس کے علوم کی حقیقت تجھے خبر بھی ہے کہ کس شان کی ہے؟ وہ تو ایک آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے

آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد　　ہر بوم شب پرستی در کنجِ خود خزیدہ

یہ سچائی کا سورج جب اس دنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پجاری الو اپنے اپنے کونوں میں جا گھسے

آں کس کہ عالمش شد شد مخزنِ معارف　　وآں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

جو اسکا عالم ہو گیا وہ خود معرفت کا خزانہ بن گیا اور جس نے اس عالم کو نہیں دیکھا اسے دنیا کی کچھ خبر ہی نہیں

(براہین احمدیہ۔ حصہ سوم روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۳۰۴-۳۰۵)

نوادرات حدیث

مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم۔ اے ایم لٹ (آکسن)

حضرت امام بخاریؒ آئمہ احادیث میں سے پہلے امام ہیں جنہوں نے اس بات کا التزام کیا کہ مختلف ابواب (عنوانات) کے تحت صحیح احادیث کو جمع کریں۔ آپ نے اپنی کتاب (جو صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے) کا نام اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ الْمُسْنَدُ الْمُخْتَصَرُ (چونکہ آپ تمام صحیح احادیث اس میں پیش نہیں کر رہے اس لئے آپ نے اس کا نام اَلْمُخْتَصَرُ رکھا) مِنْ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسُنَنِہٖ وَاَیَّامِہٖ رکھا۔ یعنی یہ کتاب جو جامع ہے۔ صحیح ہے۔ مسند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات' آپ کی سنت کے بیان پر مشتمل ہے نیز اس کتاب میں وہ احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شب و روز کیسے گزارتے تھے۔ "جامع" حدیث کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس میں فقہی ابواب کے علاوہ یعنی احکام شرعیہ پر مشتمل احادیث کے علاوہ عقائد۔ آداب۔ اخلاق۔ توحید باری۔ تاریخ و سیر یعنی حالات انبیاء۔ سیرت و غزوات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ پیشگوئیوں'فتن' فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مناقب صحابہؓ وغیرہ سے متعلق احادیث لائی جاتی ہیں۔ چونکہ ان تمام قسم کے ابواب کے تحت امام بخاری احادیث لاتے ہیں' اس لئے آپ نے اپنی کتاب کا نام الجامع رکھا۔ نیز چونکہ آپ اس میں صرف ایسی احادیث لائے ہیں جو آپ کے نزدیک فنّی اعتبار سے صحیح ہیں آپ نے اس کتاب کا نام "صحیح" رکھا۔ "مسند" اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند کسی امام سے بغیر راستہ میں ٹوٹے ایک مسلسل کڑی کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے۔ چونکہ صحیح بخاری کی تمام اسناد ایسی ہیں جن میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے اس لئے امام بخاری نے اپنی کتاب کا نام مسند بھی رکھا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اپنی کتاب میں انہوں نے صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے وہ تمام صحیح احادیث جو ان کے پاس تھیں (یعنی ایک لاکھ احادیث) ان کو صحیح بخاری میں جمع نہیں کیا۔ صحیح بخاری کے علاوہ متعدد اور کتب لکھیں جن میں ان احادیث کو جمع کیا۔ ان میں سے چند مشہور کتب درج ذیل ہیں۔ الادب المفرد۔ خلقِ افعالِ العباد۔ تاریخ صغیر۔ تاریخ کبیر وغیرہ

○ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ

(انس ؓ ۔ ابن ماجہ کتاب الادب۔ باب برالوالد و الاحسان الی البنات)

اپنی اولاد کی عزت کیا کرو۔ اور ان کے اخلاق و آداب کو خوب سنوارتے رہا کرو۔

○ اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ۔

(انس ؓ ۔ ابن ماجہ کتاب الزھد۔ باب الحیاء)

ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے (جو اس کی پہچان اور اس کا طرّہ امتیاز ہوتا ہے) اور اسلام کا خُلق حیاء ہے۔

○ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوا وَلَا یَبْغِیْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔

(انس ؓ ۔ الادب المفرد للبخاری)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے (اور حکم دیا ہے) کہ تم سب عاجزی اختیار کرو اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

○ اَتَدْرُوْنَ مَا الْعِضَۃُ قَالُوا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ نَقْلُ الْحَدِیْثِ مِنْ بَعْضِ النَّاسِ اِلٰی بَعْضٍ لِیُفْسِدُوْا بَیْنَھُمْ۔

(انس۔ ادب المفرد۔ للبخاری)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا) کیا تم جانتے ہو عِضَۃ (بہتان) کیا ہوتا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کسی کی طرف سے کسی دوسرے کو اس غرض سے بات پہنچانا کہ ان میں فساد لڑائی اور پھوٹ ڈالدی جائے۔ یعنی لوگوں میں فساد ڈالنے کی خاطر جھوٹی باتیں گھڑ کر ایک دوسرے کو پہنچانا۔

○ اِحْفَظْ لِسَانَکَ۔ (مالک بن یخامر۔ ابن عساکر)

اپنی زبان کی حفاظت کر۔

○ طُوْبٰی لِمَنْ مَلَکَ لِسَانَہٗ وَوَسِعَہٗ بَیْتُہٗ وَبَکٰی عَلٰی خَطِیْئَتِہٖ۔

(ثوبان ؓ ۔ طبرانی فی الاوسط و الصغیر)

اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا۔ اور جس کے لئے اس کا گھر وسیع ہو گیا (یعنی جو اپنے گھر میں ہی اس وقت پناہ تلاش کرتا ہے جب گھر سے باہر لوگ اس کے اخلاق اور اس کی روحانیت کے لئے خطرہ بن رہے ہوتے ہیں) اور ایسے شخص کو بھی خوشخبری ہو جو اپنی خطاؤں پر (خدا کے حضور) روتا رہتا ہے۔

○ حضرت سفین بن عبد اللہ الثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایسی بات کی نصیحت فرمائیں جس کو میں مضبوطی سے پکڑلوں تو آپ نے فرمایا:۔

قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَیَّ فَاَخَذَ

بِلِسَانِ نَفْسِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا۔　　(ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان۔ متدرک حاکم)

کہو کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اس بات پر استقامت اختیار کر۔ سفین کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کونسی بات سب سے زیادہ ڈرانے والی ہے جس کے بارہ میں آپ میرے متعلق خوف رکھتے ہیں۔ تب آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا "هٰذَا"۔ یعنی سب سے زیادہ خطرہ انسان کو اس کی زبان کی طرف سے ہوتا ہے۔

○ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرٰى بِهَا بَاسًا۔ يَهْوِىْ بِهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فِى النَّارِ۔
(ابو ھریرہ۔ ترمذی)

انسان اپنی زبان سے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں وہ کوئی برائی نہیں سمجھتا۔ حالانکہ اس بات کے ذریعہ وہ ستر سال جتنی مسافت کی گہرائی میں جہنم میں جا پڑتا ہے۔

○ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَحَدَّثُ بِالْحَدِيْثِ مَا يُرِيْدُ بِهٖ سُوْءًا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ يَهْوِىْ بِهٖ اَبْعَدَ مِنَ السَّمَآءِ۔　　(ابو سعید خدری۔ ترمذی)

انسان ایک بات کرتا ہے اور وہ بات کرنے میں اس کا کوئی برا ارادہ اور مقصد نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ (مجلس میں بیٹھے ہوئے) لوگوں کے ہنسانے کے لئے ایسا کرتا ہے حالانکہ وہ اس بات کے ذریعہ سے آسمانوں کی وسعتوں سے زیادہ دوزخ کی گہرائی میں جہنم میں جا پڑتا ہے۔

○ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔　　(عبداللہ ابن عمر۔ ترمذی، طبرانی)

جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔　　اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۹۸-۶-۲۵ بمقام امریکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی درج ذیل دعا احباب جماعت کو کثرت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَ الْعَمَلَ الَّذِىْ يُبَلِّغُنِىْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَىَّ مِنْ نَّفْسِىْ وَمَالِىْ وَ اَهْلِىْ وَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔　　(ترمذی کتاب الدعوات)

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا طلبگار ہوں اور اس کی محبت چاہتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی (توفیق) چاہتا ہوں جس سے تیری محبت تک رسائی ہو۔ اے اللہ تو اپنی محبت میرے لئے میری جان میرے مال میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ محبوب بنا دے اور ٹھنڈے پانی کی (دلی) خواہش اور تمنا سے بھی بڑھ کر تیری محبت مجھے زیادہ عزیز ہو۔

اسوہ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

مخلوق خدا سے محبت و ہمدردی اور مروّت و احسان

ایڈیٹر

"اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی" (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۹)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت میں انتہائی اعلیٰ و ارفع مقام رکھتے تھے اور محبت و قرب کے اس انتہائی مقام پر صفات باری تعالیٰ کے مظہراتم قرار پائے اس مقام محمدیت کو ذوالافق الاعلیٰ کا نام دیا گیا۔ جس کی کیفیت انسان کی دانست اور وہم و گمان سے باہر ہے۔ یہ کیفیت صرف اس انسان کامل کو ہی ملی۔ اس انسان کامل میں بنی نوع انسان اور مخلوق خدا کی محبت انتہائی درجہ کمال پر تھی حضورؐ کی پاکیزہ سیرت اسی مرکزی نقطہ پر قائم ہے۔ جس سے آپ کا اولین و آخرین پر مقام افضلیت ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کا خُلق قرآن ہے

اللہ تعالیٰ نے آپ کی حسین سیرت کا خلاصہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ میں بیان فرما دیا ہے کہ آپ اخلاق کے بہت بڑے درجہ پر فائز ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو آپؐ کے خُلق عظیم کی سب سے بڑی راز دان تھیں جب حضور کے اخلاق کے بارہ میں سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا

"ان خُلق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان القرآن" (ابو داؤد باب الصلوۃ فی اللیل)

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق عین قرآن ہی تھا۔

حضرت سعد بن ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کی۔

"اَخبِرْنِیْ بِخُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ خُلُقُہٗ

الْقُرْاٰنَ۔ اَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔"
(مسند احمد و دلائل النبوۃ للبیھقی)

(سعدؓ نے عرض کی) مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارہ میں بتائیں حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ حضورؐ کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے (پھر پوچھا کہ) کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا "وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کہ اے رسول تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ان اقوال مبارکہ سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عین قرآن کے مطابق تھا اور آپ اخلاق فاضلہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا یہ پہلو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ آپؐ سراپا رحمت ہیں آپ رحمۃٌ للعالمین ہیں۔ آپ کی رحمت کی وسعت میں دنیا کی ہر چیز آتی ہے۔ خواہ ذی روح ہوں یا غیر ذی روح۔ انسان ہوں یا حیوان۔ بلا امتیاز مذہب و ملت مکان و زمان کی تفریق کے آپؐ کا وجودِ رحمت کائنات کی ہر چیز پر حاوی ہے۔ اور آپ کی محبت و احسان کے مشاہدات ہر کہیں نظر آتے ہیں۔

آپؐ کے کریمانہ خُلق، نرمی اور لطافت

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے آپؐ کے خلق عین قرآن کے مطابق تھے یہ بھی عظیم الشان صداقت ہے کہ قرآن کریم جو خدا کا کلام ہے وہ آپ کے خلق کی عظمت و شان ظاہر کرتا ہے۔ گویا قرآن بھی آپ کے خلق کا شاہد ناطق ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں ہے۔

"فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ۔"
(آیت ۱۶۰)

یعنی خدا کی عنایت و رحمت سے تم ان سے نرمی سے پیش آتے ہو اگر تم کہیں کج خلق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تیرے ارد گرد سے ہٹ جاتے۔ سورۃ توبہ میں ہے

"لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" (آیت ۱۲۸)

یعنی تمہارے پاس تم میں سے ایک پیغمبر آیا ہے اس پر تمہاری تکلیف بڑی گراں گزرتی ہے تمہاری بھلائی کا وہ چاہنے والا ہے اور مومنوں کے لئے نہایت شفیق اور مہربان ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت و رحمت آپ کی تعلیمات کے اعتبار سے بھی بڑی وسعت رکھتی ہے آپ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ نیز جو زمین پر مخلوق خدا کے لئے رحم کی نظر نہیں

رکھتا آسمان پر یعنی خدا تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا۔

آپؐ کی دی گئی تعلیم میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ۔ چھوٹے اور بڑے۔ مرد و عورت' اولاد اور والدین' رشتہ داروں غلام اور آقا'مزدور اور مالک' رعایا اور حکومت' غرضیکہ نہ صرف ہر انسان بلکہ حیوانات' نباتات اور جمادات کے حقوق بتائے گئے جبکہ عملاً آپ کے اسوہ حسنہ سے اعلیٰ درجہ کی شفقت و محبت نظر آتی ہے۔

بنی نوع انسان میں سے بچے' عورتیں' غلام' مزدور مفلس و محکوم اور ادنیٰ طبقات ہر زمانہ میں ہی دوسروں کے ظلم و زیادتی کا تختہ مشق بنتے چلے آرہے ہیں۔ یہ ظلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اپنے پورے عروج پر تھا۔ حضور اقدسؐ کی تعلیمات و ارشادات اور آپ کے اسوہ مبارکہ سے ان لوگوں سے جو برتاؤ اور حسن سلوک کیا گیا اس کا نظارہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہو گا چنانچہ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل آپؐ کی سیرت اقدس سے ملاحظہ فرمائیں ۔

بچوں پر شفقت

بچہ دنیا میں آتا ہے خواہ وہ امیر آدمی کا ہو یا غریب کا اپنے فطری حقوق کا تقاضا کرتا ہے۔ اس سے کسی طبقے' نسل کی نسبت سے یا مذہبی تنگ نظری اور تعصب کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ تربیتی دور سے گزر رہا ہوتا ہے۔ وہ اعمال کا مکلف ہے نہ کسی مواخذہ کا۔ اس اصول کو حضرت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ

"مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ....." (مسلم کتاب القدر)

ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ سلوک میں اس کے فطری اور بنیادی حقوق کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تفریق امیرو غریب ارشاد فرمایا کہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں روز یا بعد میں حسب حالات اس کے والدین یا خود جب توفیق پائے جانور کی قربانی دے ہر ساتویں روز سر مونڈھنے اور نام رکھے جانے کی تقریب ہو۔ ایک حدیث میں نوزائیدہ کی آلائش دور کرنے کی ہدایت ہے۔ اسی طرح اچھے اچھے نام رکھنے جیسے عبداللہ' عبدالرحمٰن' اس کی احسن تربیت اور اولاد کی عزت و تکریم کی تعلیم دی گئی تاکہ ان میں عزت نفس پیدا ہو۔
- آنحضرتؐ بچوں سے نہایت محبت و شفقت سے پیش آتے انہیں عزت و تکریم دیتے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ سے ملنے آتیں تو

"قَامَ اِلَیْھَا فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَقَبَّلَھَا وَ اَجْلَسَھَا فِیْ مَجْلِسِہٖ......" ابو داؤد کتاب الادب)

حضورؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔

○ بچوں کی تربیت اور نشوونما کے لئے خرچ کرنے کو افضل انفاق میں سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ثوبان جو آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہُ عَلٰی عِیَالِہٖ......"

(مسلم کتاب الزکوۃ باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک)

یعنی بہترین دینار (روپیہ پیسہ) جو انسان خرچ کرتا ہے وہ ہے جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔

یہاں روپے کا ارتکاز اس غرض سے کہ جائیداد بنانے یا بہت سارا ترکہ چھوڑ جانے اور اولاد کو مفلوک الحال رکھنے کی نفی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت پر خرچ کر کے انہیں اچھے علم و فضل سے آراستہ کرنا ایک بہترین عمل ہے۔ ایسی اولاد ہی اس کی جائیداد ہو گی۔

○ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک غریب عورت آپ کے پاس آئی جس نے اپنی دو بچیاں اٹھا رکھی تھیں میں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور اپنے منہ میں ڈالنے لگی لیکن یہ کھجور بھی اس کی بیٹیوں نے اس سے مانگ لی۔ اس پر اس نے کھجور کے دو حصے کئے اور دونوں کو دے دی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے اس کے مادرانہ پیار پر تعجب ہوا اور میں نے اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَوْجَبَ لَھَا بِھَا الْجَنَّۃَ اَوْ اَعْتَقَھَا بِھَا مِنَ النَّارِ۔"

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ)

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پیار کی وجہ سے اس کے لئے جنت واجب کر دی یا یہ فرمایا کہ اس شفقت کی وجہ سے اسے آگ سے بچالیا۔

○ یتیم بچے کی خبر گیری اور ان کے حقوق کے خیال رکھنے کو باعث فضیلت قرار دیا گیا ہے۔ اگر قوم کے یتیم بچے صحیح نشوونما پا جائیں تو قوم کا ایک قیمتی اثاثہ بنتے ہیں اور اپنی اعلیٰ تربیت اور قابلیت سے معاشرہ کے لئے باعث فخر ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے گھر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین گھر قرار دیا ہے جہاں یتیم اچھی پرورش پا رہے ہوں (ابن ماجہ ابواب الادب) اسی طرح یتیم کی کفالت کرنے والے کے بارہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

"اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی وَ فَرَّجَ بَیْنَھُمَا"

(بخاری فضل من یعول یتیما)

یعنی میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپ نے وضاحت فرماتے ہوئے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر دکھایا۔

○ بچوں کے ساتھ عملاً پیار کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ نے اپنے نواسے حضرت حسنؓ کو بوسہ دیا اس وقت آپ کے پاس اقرع بن حابس بھی بیٹھا تھا۔ اقرع نے یہ دیکھ کر عرض کیا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا:

"مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ۔" (بخاری کتاب الادب باب رحمتہ الولد و تقبیلہ)

یعنی جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

○ بچوں سے پیار کا سلوک اس قدر تھا کہ حضور اقدسؐ بچوں سے بے تکلف ہو جایا کرتے۔آپ سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے۔ راستہ میں بچے ملتے تو ان کو خود سلام کہتے۔ (ابو داؤد کتاب الادب)

آنحضرتؐ کا معمول تھا کہ جب کوئی موسم کا نیا پھل خدمت اقدس میں پیش کرتا تو حاضرین میں جو سب سے کم عمر ہوتا اس کو عطا فرماتے۔ (معجم صغیر طبرانی بحوالہ سیرت النبی شبلی)

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بے تکلفانہ مزاح بھی فرمایا کرتے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بعض اوقات میرے چھوٹے بھائی کو پیار سے فرماتے:

"یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟ (بخاری کتاب الادب باب الانبساط الی الناس)

اے ابو عمیر! تمہارے نُغَیر کو کیا ہوا۔

ابو عمیر کے پاس ایک ممولہ تھا جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا اور وہ مر گیا تھا۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و شفقت کا دائرہ بڑا وسیع تھا جس میں مذہب و عقیدہ کا بھی امتیاز نہ تھا۔

"ایک دفعہ ایک غزوہ میں چند بچے ایک حملہ کی زد میں آکر مارے گئے آپ کو خبر ہوئی تو آپ نہایت آزردہ دل ہوئے کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے آپ نے فرمایا مشرکین کے بچے تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔" (مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 435)

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے — وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عینُ الضّیا یہی ہے — آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے

(کلام حضرت مسیح موعودؑ)

بہائی رسالہ "نفحات" کے تبصرہ پر ایک نظر

مبصر کے قلم سے

ماہنامہ "نفحات" جنوری ۱۹۹۹ء کے شمارہ میں ایک "تبصرہ بے لاگ ولگاؤ" شائع ہوا ہے۔ جو در حقیقت بے لاگ کم اور "بے لگاؤ" زیادہ ہے (تفصیل آگے چل کر ملاحظہ ہو) اس تبصرے کا تعلق جناب شیخ عبدالماجد صاحب کی ٹھوس تحقیق پر مبنی کتاب سے ہے۔ جس کا نام "فکر اقبال اور تحریک احمدیہ" ہے۔ "نفحات" کے تبصرہ نگار نے ۴۹۶ صفحات کی ضخیم کتاب سے جس اقتباس کو اپنے تبصرہ میں درج کرنا ضروری سمجھا۔ وہ دراصل علامہ اقبال کی مئی ۱۹۳۵ء کی ایک تحریر کا حصہ ہے۔ یہ وہ دور تھا۔ جبکہ علامہ اقبال جماعت احمدیہ سے کم وبیش چالیس سالہ تعلق وعقیدت کے بعد بعض "وجوہ" کے پیش نظر احمدیت سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اس وقت انہوں نے احمدیت اور بہائیت کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "میرے نزدیک قادیانیت سے بہائیت زیادہ ایماندار ہے۔ کیونکہ بہائیت نے اسلام سے علیحدگی کا اعلان واشگاف طور پر کردیا......." (نفحات صفحہ ۱۶)
>
> علامہ اقبال اپنی اس تحریر کے بعد تین چار سال ہی زندہ رہے۔ اگر زندگی زیادہ مہلت دیتی تو علامہ ہی زیادہ بہتر طور پر وضاحت فرما سکتے تھے کہ:۔

- اسلام سے واشگاف علیحدگی کا اعلان کرنے والی اور بہت سی تحریکات ومذاہب اور ازم موجود تھے۔ ان میں سے صرف بہائیت ہی کیوں "زیادہ ایماندارانہ" نظر آئی۔ جب احمدیت سے ناراضگی کے تحت ایسا سرٹیفکیٹ دینا ضروری سمجھا۔ تو باقی تحریکات کے پیرو بھی تو اسلام سے واشگاف علیحدگی کے MERIT پر پوری اتر رہی تھیں۔ مثلاً عیسائی، سکھ، ہندو، آریہ، دھریہ وغیرہ۔
- اگر اسلام سے واشگاف علیحدگی کے باوجود کوئی فرد یا گروہ "زیادہ ایماندارانہ" ہونے کا اعزاز پا سکتا ہے۔ تو اسلام کے اندر آنے کا تکلف کوئی کیوں کرے گا؟
- علامہ موصوف کو اگر احمدیت میں خرابی نظر آئی تھی۔ تو "زیادہ ایماندارانہ" گروہ کا علم رکھتے ہوئے اس سے الحاق یا وابستگی میں انہیں کیا روک تھی؟

جہاں تک ماہنامہ "نفحات" کی طرف سے علامہ اقبال کی محولہ بالا رائے کو نقل کرنے کا تعلق ہے۔ تو اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ کہ علامہ اقبال کی رائے کو احمدیت کے مقابل پر بہائیت کی سچائی کی دلیل تصور کیا گیا ہے۔

لیکن سچائی کے فیصلے تو آسمان پر ہوتے ہیں۔ آسمان والے نے "نفحات" کے تبصرہ نگار سے جو تبصرہ کروایا۔ وہ واقعۃً بہائیت سے "بے لگاؤ" کا واضح ثبوت ٹھہرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

۱۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ کہ بہائیت نے اسلام سے علیحدگی کا اعلان واشگاف طور پر کر دیا۔ لیکن "نفحات" کے تبصرہ نگار فرماتے ہیں کہ:۔

> "کوئی شخص اس وقت تک بہائی نہیں ہو سکتا۔ جب تک محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان نہ رکھے۔" (صفحہ ۱۸)

فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ علامہ اقبال اور "نفحات" کے تبصرہ نگار میں سے کون حق پر ہے۔ کس کی بات درست تسلیم کی جائے۔ کیا "اسلام سے واشگاف علیحدگی کے اعلان" کے بعد "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر غیر مشروط ایمان" کا تصور باقی رہ جاتا ہے۔

۲۔ علامہ اقبال کی آج سے ۶۴ سال قبل کی تحریر کے برعکس آج "نفحات" کے تبصرہ نگار کو کیا سوجھی کہ "محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان" کا اظہار کرنے پر مجبور ہوئے۔

۳۔ تبصرہ نگار نے بہائی لٹریچر سے اپنے موقف کی تائید میں کوئی حوالہ یا ثبوت پیش نہیں کیا کہ "محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان" کی ہدایت کہاں سے حاصل کی؟

۴۔ اگر بہائی لٹریچر میں ایسی ہدایت اشارۃً بھی موجود نہیں۔ تو کیا یہ بہائیت سے تبصرہ نگار کے "بے لگاؤ" ہونے کا ثبوت نہیں کہ اسلام سے واشگاف علیحدگی کے بعد واپس لوٹ آنے کا تصور پیش کر دیا ہے۔

۵۔ اگر کوئی بہائیت قبول کرتا ہے تو کیا اس کو محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان کی شرط پوری کرائی جاتی ہے۔

۶۔ کیا جب علامہ اقبال نے مئی ۱۹۳۵ء میں بہائیت کے اسلام سے واشگاف علیحدگی کے اعلان کا ذکر کیا تھا تو کسی بہائی عالم، مبلغ یا ذمہ دار فرد کو یہ علم نہیں تھا کہ بہائی ہونے کے لئے محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان ضروری ہے؟ اگر ایسا علم تھا تو ڈاکٹر علامہ اقبال کی تحریر ۱۹۳۵ء پر بہائی دنیا کیوں منقار زیر پر رہی۔ اور آج نفحات کے تبصرہ نگار کو ایسی شرط کہاں سے ہاتھ لگ گئی۔ کیا بہائیت اپنے ابتدائی عقائد سے دستبرداری اختیار کر رہی ہے؟

۷۔ اسلام ایک کامل دین ہے جو ساری انسانیت کے لئے قیامت تک ہدایت کا ذریعہ اور منبع ہے۔ اس میں تجدید کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے اور کھلا رہیگا۔ لیکن اس میں تنسیخ اور تبدیلی یا اس میں کمی بیشی کا کوئی امکان یا جواز نہیں۔ کیا "نفحات" کے تبصرہ نگار اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ یا واقعی "بے لگاؤ" ہیں۔ کہ بہائیت نے

قرآنی شریعت میں کھلم کھلا تنسیخ / تبدیلی اور کمی بیشی کر دی تھی۔ جس کو بنیاد تصور کر کے ہی علامہ اقبال نے اس کو "اسلام سے واشگاف الفاظ میں علیحدگی" قرار دیا تھا۔

۸۔ کیا اگر کوئی بہائی شخص آج بہائیت سے واشگاف الفاظ میں علیحدگی کا اعلان کر دے۔ تو نفحات کے تبصرہ نگار کے نزدیک اس کا ایمان بہاء اللہ اور الأقدس پر قائم رہے گا اور اس کو ایسے فرضی ایمان پر بہائی ہی تصور کیا جائے گا۔ یا وہ "بے لاگ" قرار پا کر "بے لگاؤ" ٹھہرے گا ؟

۹۔ بہائیت دراصل سچائی اور حقیقت کو چھپانے کی تحریک ہے۔ لیکن سچائی کبھی بھی چھپی نہیں رہتی۔ جس تبصرۂ "نفحات" کا عروج مضمون یہ فقرہ ہے۔ کہ "کوئی شخص اس وقت تک بہائی نہیں ہو سکتا۔ جب تک محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان نہ رکھے۔" اس کی تان حسب ذیل فقرے سے ٹوٹ گئی کہ "بہائی صرف کتاب اقدس کی شریعت پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔" (صفحہ ۱۸)

صرف اگر "کتاب اقدس" کے مکلف ہیں تو علامہ اقبال نے بھی تو یہی انکشاف فرمایا تھا۔ پھر محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان کا تکلف کس لئے؟ بہتر ہے کہ "مکلف" رہیں "تکلف" نہ فرمائیں۔

۱۰۔ "نفحات" جنوری ۱۹۹۹ء کے شمارہ میں ہی ایک نظم کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:۔

نیا زمانہ نئی ضرورت نئے جہاں کی نئی عدالت
ہوئی ہے نازل نئی شریعت بشان و شوکت کتابِ اقدس

"نئی شریعت" کے نزول کے بعد بھی پرانی شریعت یعنی محمد رسول اللہ اور قرآن پر غیر مشروط ایمان کا اظہار کرنا انتہا درجے کا بھولا پن ہے یا شریعت بہائیہ کے ساتھ "بے لگاؤ" کا منہ بولتا ثبوت؟ فیصلہ خود ہی فرمائیے!

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے پُر معارف کلام سے چند اشعار

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے نہ یہ ہم سے ٭کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے یہی اک جوہرِ سیفِ دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے اگر٭ یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

٭ الہامی مصرعہ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

ہیں مجھ پہ میرے خدا کی عنایتیں کیسی
برس رہی ہیں فلک سے بھی رحمتیں کیسی

ملیں جو خدمتِ انسانیت کے بدلے میں
وہ زخم مرہمِ دل ہیں، جراحتیں کیسی

کسی سے حالِ دلِ زار کہہ نہیں سکتا
مریضِ عشق پہ عائد ہیں قدغنیں کیسی

یہ بت نمود و ریا کے، انا کی دیواریں
ہماری راہ میں حائل ہیں مشکلیں کیسی

یہ دل کدورتِ بغض و حسد سے پاک ہوا
دُھلی ہیں ابرِ کرم سے کثافتیں کیسی

نہ مال زر کی تمنا، نہ عیش کی خواہش
ملی ہیں اہلِ قناعت کو برکتیں کیسی

یہ پہنچے بامِ ثریا تک انکساری سے
ملی ہیں خاک نشینوں کو رفعتیں کیسی

یہ پیاس حق میں تمہارے بنے گی آبِ حیات
ملی ہیں تشنہ لبوں کو بشارتیں کیسی

سلیم شاہجہانپوری

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا

ایک مخلص جاں نثار۔ حضرت قاضی تاج الدین صاحب

تحریر:۔ مکرم ڈاکٹر منور احمد صاحب۔لاہور

حضرت قاضی تاج الدین صاحب کو ۱۸۹۵ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رفقاء حضرت اقدسؑ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قاضی صاحب' ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب کے چھوٹے بھائی اور ڈاکٹر قاضی محمد منیر صاحب' (امیر جماعت احمدیہ امرتسر) اور پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب (پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ) کے سب سے چھوٹے چچا تھے۔

بچپن اور تعلیم

حضرت قاضی تاج الدین صاحب اور ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب کے والد بزرگوار' قاضی غلام رسول صاحب نے اپنے گاؤں ادھو والی ضلع گوجرانوالہ میں ..... سکول کھولا ہوا تھا۔ تاکہ اپنے گاؤں اور آس پاس کے گاؤں کے بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہوں۔ اس لئے گھر کا ماحول دینی اور درس و تدریس کا حامل تھا۔ چنانچہ حضرت قاضی تاج الدین صاحب کو اوائل عمر ہی سے قرآن شریف سمجھ کر پڑھنے اور اس پر غور کرنے کی عادت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے ذہن سے نوازا تھا اور خود بھی محنتی طالب علم تھے چنانچہ میٹرک کے امتحان میں اپنے ضلع گوجرانوالہ میں اول آئے۔ یوں تو میٹرک کے سلیبس کے تمام مضامین میں ہی اچھے تھے لیکن ریاضی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے گھر کا مضمون ہے۔

براہین احمدیہ کا مطالعہ

قاضی تاج الدین صاحب عقیدے کے لحاظ سے اپنے بزرگوں کی طرح اہلحدیث تھے۔ قرآن کریم کا گہرا علم رکھنے کی وجہ سے اس بات کے بڑی بے چینی سے منتظر تھے۔ کہ امام مہدی کے ظہور کا وقت تو ہو چکا ہے مگر کسی طرف سے کوئی دعویٰ کیوں نہیں ہو رہا۔ اسی اثناء میں براہین احمدیہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جسے پڑھ کر ان کا یہ عقیدہ پختہ ہوگیا۔ کہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی ہو سکتے ہیں۔

تحقیق و جستجو

آپ بنوں میں محکمہ جیل کے ملازم تھے۔ سڑکیں اور ریل تقریباً معدوم ہونے کی وجہ سے ذرائع آمد و رفت میں بہت دقت تھی چنانچہ انہوں نے اپنے بھتیجے قاضی محبوب عالم صاحب جو کہ ابھی لاہور میڈیکل سکول میں زیر تعلیم تھے اور جن کے ساتھ ہم عمری کی وجہ سے بہت پیار اور دوستانہ تعلق

تھا۔ ان کو لکھا کہ آپ قادیان جاکر مشاہدہ کریں، حضرت مرزا صاحب کو خود ملنے کی کوشش کریں، ان کے دعاوی کو غور سے سمجھیں اور مجھے تمام حالات لکھیں۔ حضرت قاضی محبوب عالم صاحب کے والد حضرت قاضی ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب چونکہ ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوئے تھے اس لئے انہوں نے کسی قدر جھجک کے ساتھ والد صاحب سے قادیان جانے کی اجازت چاہی۔ ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت قاضی ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب نے قادیان جانے کی بخوشی اجازت دی اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ اب تاریخ کا حصہ ہے۔ حضرت قاضی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب کے اپنے الفاظ میں.....

"جب میں نے حضرت اقدس کے نورانی چہرہ کو دیکھا۔ تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ چہرہ کسی دروغ گو کا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اسی وقت حضور کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔"

(کتاب "کرم الٰہی")

حضرت قاضی صاحب کی بیعت

حضرت ڈاکٹر محبوب عالم صاحب نے اپنی بیعت کی روئیداد حضرت قاضی تاج الدین صاحب کو تفصیلاً لکھی۔ جس کے نتیجے میں چند دنوں بعد ہی قاضی فیملی کے دوسرے افراد کے ساتھ حضرت قاضی تاج الدین صاحب نے قادیان جاکر حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

آپ فرماتے تھے کہ "بیعت کی سعادت نصیب ہونے کے بعد جب میرا قادیان آنا جانا شروع ہوا اور مجھے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کے درس میں شرکت کرنے کا موقعہ ملا تو میں خیال کرتا تھا کہ حضرت مولوی صاحب کے بعد قرآن کریم کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے۔ لیکن جیسے ہی میں نے حضرت میاں صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب) کی تقاریر سنیں تو میں نے محسوس کیا کہ قرآن کریم کا جو علم حضرت میاں صاحب کو قدرت نے عطا کیا ہے۔ اس کے سامنے میرے علم کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور میں نے شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس تکبر سے بچالیا ہے۔"

حضرت قاضی تاج الدین صاحب جاذب نظر شخصیت کے مالک تھے اپنے علم کو بڑھانے میں ہمیشہ کوشاں رہتے۔ مسلمان بچوں کو قرآن کریم اور دینی کتب پڑھانے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھتے۔ اس کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں کے بچوں کو بھی تعلیم دیتے چنانچہ گاؤں کے لوگ ان کا بہت ادب اور احترام کرتے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو بیماری کی حالت میں آپ سے دم کروانے اکثر لاتے۔

آپ کی شعر گوئی

بہت علم دوست تھے۔ قرآن کریم کے کچھ حصوں کا اور نماز کا منظوم ترجمہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے متعلق قصیدہ بھی لکھا۔ پنجابی میں شعر

کہتے تھے اور "الگ" تخلص کرتے تھے۔ ان کی شاعری میں صوفیانہ رنگ کی آمیزش جھلکتی تھی۔ ساری نماز کا پنجابی میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ مثال کے طور پر ربنا آتنا فی الدنیا..... کا ترجمہ حسب ذیل کیا:۔

سانوں دے نیکی ایس جہان اللہ نالے دے نیکی اوس جہان اللہ
رکھیں اگ توں ساہاں امان اللہ پالن ہار ساڈے مہربان اللہ

اور قل ہو اللہ احد کا اس طرح ترجمہ کیا:۔

اک بول اللہ بے نیاز اللہ
بے ماں باپ اللہ بے اولاد اللہ
بنا ساق اللہ واحد ذات اللہ

اور درود شریف کو پنجابی میں اس طرح ڈھالا:۔

رحمت بھیج اپنی' محمد تے اللہ نالے بھیج اوہدی' آل تے اللہ
ابراہیم تے رحمتاں سنے آل اللہ پالن ہار ساڈے مہربان اللہ
برکت بھیج اپنی محمد تے اللہ نالے بھیج اوہدی' آل تے اللہ
ابراہیم تے برکتاں سنے آل اللہ پالن ہار ساڈے مہربان اللہ

حضرت قاضی صاحب نے بیعت کرنے کے بعد اپنی شاعری کا رخ دینی احکام کے بیان اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے دعاوی کی طرف موڑ دیا۔ اس ضمن میں ان کی ایک لمبی نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

ولا ہن جان' گزری عمر ساری گئے سب یار آئی سمجھ باری
نہ بن غافل کوئی نیکی کما لے "الگ" سامان عقبیٰ کچھ بنا لے
ہے جاری قادیاں' فیض عام اسدا غلام احمد مبارک نام جس دا
ایہو مہدی یقینی توں سمجھ جا ایہو عیسیٰ نہ کوئی ہور دوجا
ایہو اوتار نانک نے بتایا ایہو اے کرشن دوجی وار آیا
عمل تیرے اکارت سب نے یارا امام وقت دا نہ لیں سہارا
نہ اگوں باجھ ایس دے ہور آنا توں دھوکا وانگ یہوداں ہور کھانا

حضرت قاضی صاحب کا ایک مضمون

آپ نے تحریر فرمایا کہ :۔ "سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے سے قبل جن امور نے مجھے سلسلہ کی طرف رہنمائی کی ان

میں سے بعض باتیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ مولوی سراج دین صاحب جن کا شمار گوجرانوالہ کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد حضرت مرزا صاحب کے بارے میں عقیدت کے جذبات رکھتے تھے۔ چنانچہ جب مولوی محمد حسین بٹالوی نے بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا اور سب مولویوں اور پیروں کے پاس گیا۔ کہ ان کے دستخط کرائے تو مولوی سراج دین صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۲۔ موضع ادھوالی میں سردار ایشر سنگھ صاحب کے پاس باوا نانک کی ایک جنم ساکھی ہے اس میں لکھا ہے۔ "باوا نانک نے فرمایا کہ میرے چار سو سال بعد بٹالہ کے علاقہ میں مسلمانوں کے گھر ایک اوتار پیدا ہوگا۔"

(باوا نانک صاحب کی تاریخ پیدائش ۱۴۶۹ء ہے)

۳۔ "پنڈت لیکھرام کی موت سے چار روز قبل مجھے کسی نے اس کی کتاب بنام "تکذیب" دکھائی۔ جس کے پڑھنے سے مجھے اس قدر دکھ ہوا اور طیش آیا کہ اگر میرے سامنے اس وقت لیکھرام ہوتا تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا۔ اس وقت اور تو کچھ نہ کر سکا بد دعا میں لگ گیا اور بد دعا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ چوتھے دن اس کے مرجانے کی خبر آگئی۔"

۴۔ حضرت قاضی صاحب نے اس مضمون میں اپنے ایک خواب کا بھی ذکر فرمایا:۔

"کیا دیکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی فرشتوں کے ساتھ دیکھا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے بھی تصوف میں کوئی درجہ عنایت فرمائیں۔ چنانچہ میرا امتحان لیا گیا لیکن میں علم میں کامل نہ نکلا۔..... حکم ہوا کہ مجھے مستی کا درجہ دیا جائے۔ اس کے بعد جب میں بیدار ہوا تو ایسے لگا کہ میری سانس بھی نہیں چل رہی۔ میں نے گھر والوں کو جگایا اور خوشخبری دی کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا وقت آگیا ہے۔ جو بیمار ہیں ان کی مجھے اطلاع دیں تاکہ میں ان کے لئے دعا کروں۔ چنانچہ ہمارے گھر میں جتنے بیمار تھے سب اچھے ہو گئے یہ مستی کی حالت میرے اوپر کوئی پانچ دن رہی۔ میں نے یہ کشف حضرت مسیح موعود اور مولوی عبدالکریم صاحب کو سنایا تھا۔" (الحکم ۷ جون ۱۹۳۴ء)

اعداد ابجد کا شغف

چونکہ تحقیق کا شوق تھا اور ریاضی کے ماہر تھے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کی تاریخ، براہین احمدیہ کے لکھنے اور دین کی نشاۃ ثانیہ کے حق میں دلائل، الہامات اور دوسرے واقعات کی تواریخ حروف ابجد کے ذریعے سے قرآن کریم کی آیات سے نکالی تھیں۔ اپنے دلائل کو ان اعداد سے اس طرح مزین کرتے کہ ان کو کوئی رد نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ان کی نکالی ہوئی چند تاریخیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ذالك الكتاب۔ فيه هدىً کی تاریخ تیرہ سو سترہ ہجری بنتی ہے جو حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی اشاعت کا زمانہ ہے۔ اگرچہ اس آیت کے مطابق عام ہدایت کی طرف اشارہ ہے مگر ابجدی تاریخ اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ یہ زمانہ امام مہدی کا زمانہ ہے ۱۳۱۷ء کی مطابقت عیسوی سال ۱۹۰۰ء سے ہوتی ہے۔

۲۔ قال یا عیسٰی انی متوفیك و رافعك الی اس کے عدد تیرہ سو چھبیس بنتے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جو الہام اپنی وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے ہوا تھا وہ شیخ سعدی کا ایک مصرع ہے۔ مکن تکیہ بر عمر نا پائیدار

اس کے ابجدی ہندسے بھی تیرہ سو چھبیس بنتے ہیں۔ جن کے مطابق سن عیسوی ۱۹۰۸ء ہوتا ہے۔

۳۔ بکاف عبدہ غلام احمد یہ الفاظ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کا ایک حصہ ہے۔ اس کے عدد تیرہ سو سات ہیں (۱۳۰۷ء) جو کہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی پیدائش کا سن ہے۔ اس وحی الٰہی میں میری رائے میں غلام سے مراد لڑکا ہے تیرہ سو سات کی مطابقت عیسوی سال کے لحاظ سے ۱۸۸۹ء ہوتی ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس خلافت کا قیام پہلے الہامات کے مطابق ہے۔ خلافت خدا کی بنائی ہوئی ہے۔ نہ کہ انسانوں کی اسی واسطے ملہمین نے بھی اس کی خبر دی ہے۔ الف ح م دمے خوانم اپسرش او یادگارے بینم

۴۔ رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے عدد بارہ سو باون ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش بارہ سو پچاس ہجری بنتی ہے۔"

مخلص اولاد

اللہ تعالیٰ نے بڑی استقامت اور مضبوط ایمان سے نوازا تھا۔ چنانچہ بیعت کرنے کے بعد بڑی دلیری اور بہادری سے تبلیغ کرتے۔ طبعاً جفاکش تھے اور فارغ بیٹھے رہنے سے سخت نفرت تھی۔ چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں کبھی عار محسوس نہ کرتے۔ آپ کی شادی اپنے چچا کی صاحبزادی سے ہوئی تھی وہ بھی سلیقہ شعار اور نیک خاتون تھیں۔ ان کی پہلی اولاد کریم بی بی تھیں۔ کریم بی بی کے بارہ سال بعد محض حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے نرینہ اولاد سے نوازا جس کا نام عطاء الرحمٰن رکھا گیا۔ محترمہ کریم بی بی ہی وہ پاکباز اور نیک خاتون تھیں جن کو پہلے لوائے احمدیت کے لئے سوت کاتنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ کے ریکارڈ کے مطابق لوائے احمدیت کے لئے ۴۸ خواتین نے سوت کاتنے کی سعادت پائی۔ محترمہ کریم بی بی صاحبہ بھی انؓ میں شامل تھیں۔) آپ قاضی فیملی میں سب سے پہلی خاتون تھیں جن کو بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی شادی محترم قاضی عبدالمجید المعروف شاطر صاحب سے ہوئی۔

قاضی تاج الدین صاحب ۱۶۔ مارچ ۱۹۴۰ء بعمر ۷۷ سال فوت ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے نماز جنازہ پڑھائی اور قادیان میں بہشتی مقبرہ کے قطعہ رفقاءمیں تدفین ہوئی۔ (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء)

انفاق فی سبیل اللہ

مکرم مولانا محمد صدیق شاہد صاحب گورداسپوری

خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت کبھی خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کہیں اس سے میرے مال میں کمی تو نہیں آجائیگی اور میری مشکلات تو بڑھ نہیں جائینگی۔ میں اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کس طرح پوری کروں گا۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ امرواقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کبھی مال میں کمی نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضَاعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۴۶) یعنی جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کو مال کا ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر دیگا۔ تو اللہ اسکے مال کو بڑھا چڑھا کر واپس کرے گا۔ پھر فرمایا۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْئٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ (سورہ سبا آیت ۴۰) یعنی جو تم خرچ کروگے اللہ اس کا ضرور بدلہ دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ جو مال بھی تم اس کی راہ میں خرچ کروگے وہ ضرور اس کا بدلہ عطا کرے گا بلکہ اس سے زیادہ تمہیں عطا کرے گا کیونکہ وہ خیرالرازقین ہے۔ اور اس معاملہ میں تم پر ہرگز کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائیگا۔

یہی مضمون ایک حدیث میں بھی یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ؄ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر روز صبح سویرے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بہتر بدلہ عطا کر اور دوسرا کہتا ہے۔ اے اللہ مال روکنے والے کے لئے ہلاکت مقدّر کر دے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ) پس خرچ کرنے والے کے لئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی تائید و نصرت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ مال و دولت میں فراوانی ہوتی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ قال اللّٰہ تبارك و تعالٰی یا ابن آدم اَنفق اُنفق علیك (ترمذی کتاب الزکوٰۃ) خدائے تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو (دل کھول کر) خرچ کر (جس کے نتیجہ میں) میں بھی تجھ پر خرچ کروں گا۔ اب ظاہر ہے کہ بندے اور خدا کا خرچ برابر نہیں ہوسکتے ضرور خدا تعالیٰ کا خرچ کرنا بندے کے خرچ کرنے سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ سے صدقہ قبول کرتا ہے اور اسے بڑھاتا

ہے۔ جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کر کے اسے بڑھاتا ہے یہاں تک کہ ایک کا خرچ کیا ہوا احد کے پہاڑ جتنا بن جاتا ہے۔ (ترمذی ابواب الزکوٰۃ)

پس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈرنا محض نفس کی کمزوری ہے اس میں کبھی نقصان نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ز بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کوئی مفلس نہیں ہوتا جب وہ مال خرچ کرنے میں ہمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مددگار بن جاتا ہے۔

حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”دنیا میں لاکھوں احمدی ذاتی طور پر اس بات کے گواہ ہیں۔ بچے بھی گواہ ہیں مرد بھی۔ عورتیں بھی سب۔ دنیا میں جماعت کے ساتھ خدا تعالیٰ یہی سلوک کرتا ہے کہ انصاف کے ساتھ خدا کی راہ میں کچھ پیش کرنے والے کی قربانی کی توفیق بڑھتی بھی ہے اور مالی وسعت بھی اس کو عطا ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء)

حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مالی قربانی تزکیہ نفس کا بھی ذریعہ ہے۔

”مالی قربانی کے نتیجہ میں اخلاص نصیب ہوتا ہے۔ تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور انسان کے نفس کو پاکیزگی عطا ہوتی ہے .... دنیا کی محبت کم ہوتی ہے...... دنیا کی بدیوں سے تعلق کم ہوتا ہے...... اللہ تعالیٰ کی رضا دن بدن ایسے شخص کو اپنی طرف کھینچتی چلی جاتی ہے........ ایک مالی قربانی کرنے والے کو ہم نے ضائع ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔“

(الفضل ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

پس جو شخص خواہ دنیا میں کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو۔ اگر وہ اخلاص اور محبت کے ساتھ حسب استطاعت صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ اور چندے ادا کرتا ہے تو وہ آفات سے محفوظ رہے گا اسے صحت و سلامتی نصیب ہوگی اور اس کے اموال ضائع نہ ہوں گے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ اس کے اموال بڑھاتا جائیگا۔ یہی شخص مالدار ہوگا کیونکہ اس کا مال اس کے کام آئیگا اور سفر آخرت کے لئے بھی زاد راہ ثابت ہوگا مگر جو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا وہ اس کے حضور خالی ہاتھ جائیگا اور وہ سب سے غریب اور محتاج ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"انّ الا کثرین ھم الا قلّون یوم القیامۃ" (ریاض الصالحین)

یعنی دنیا کے سب سے زیادہ مالدار قیامت کے روز سب سے زیادہ غریب ہوں گے۔ سوائے ان مالداروں کے جو اپنے اموال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اپنے دائیں بھی دیتے ہیں اور بائیں بھی خرچ کرتے ہیں۔ پس اگر کوئی اخلاص اور محبت کیساتھ حسب استطاعت انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق پاتا ہے تو در اصل وہی امیر اور دولتمند ہے اور یہی چند سکے اس کے لئے عظیم الشان خوشخبریاں بن کر آنے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہی وقت خدمت گزاری کا وقت ہے۔ اسکے بعد وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسے کے برابر نہیں ہو گا۔...... خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائیگا۔ جو اپنے مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔"

(اشتہار تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۵۸)

ہمارا مال کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی ہے وہ خدا کی عطا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے فرمان کے مطابق ہم اس میں سے خرچ کریں اس میں خیر اور برکت ہے اور یہی شکران نعمت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے"

جب سب خدائی عطا ہے تو ہم کیوں عطا کرنے سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہیں یہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔ بعض دفعہ انسان کے لئے کمایا ہوا مال خرچ کرنے کے لحاظ سے فتنہ کا موجب بن جاتا ہے۔ بعض دفعہ آدمی مال دے بھی دیتا ہے لیکن پھر بھی ابتلا باقی رہتا ہے۔ اور فتنہ موجود رہتا ہے۔ مثلاً ریا سے دینا۔ بعد میں احسان جتلانا۔ شرح کے مطابق چندہ نہ دینا۔ آمدنی کم لکھوانا۔ ذیلی تنظیموں کے چندہ کو کوئی اہمیت نہ دینا۔ یا محصل کے ساتھ ناروا سلوک کرنا۔ یہ سب ایسی ہی بیماریاں ہیں جن سے ہر احمدی کو بچنا ضروری ہے۔ اسبارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشگوئی فرمائی ہے۔ يُوْشَكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَشُقُّ عَلَى الرَّجُلِ اَنْ يُّخْرِجَ فِيْهِ زَكوٰةَ مَالِهٖ (کنز العمال کتاب الزکوٰۃ) کہ یقیناً لوگوں پر ایسا زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ آدمی اپنے مال کی زکوۃ نکالتے وقت تکلیف محسوس کرے گا۔

اسی طرح بعض لوگ چندہ لینے والے محصلین سے ناروا سلوک کرتے ہیں۔ بظاہر تو وہ چند روپے بچا رہے ہوتے ہیں لیکن در اصل گھاٹے اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ پس ہمیں چاہئیے کہ ان لوگوں میں شامل ہوں جو خوشی خوشی محض لِلّٰہ تقویٰ کیساتھ اپنے چندے ادا کرتے ہیں۔ اور صدقہ و خیرات میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ نہ صرف

خود خوش ہوتے ہیں بلکہ چندہ لینے والے کو بھی خوش رکھتے ہیں اور یہی نصیحت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمائی ہے۔

"اِرْضُوْا سُعَاتَکُمْ وَ مُصَدِّقِیْکُمْ" (کنز العمال کتاب الزکوٰۃ)

یعنی وصول کرنے والے کو راضی اور خوش رکھا کرو۔ اخلاص اور ذمہ داری کے ساتھ چندہ لینے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاھد فی سبیل اللّٰہ کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ پس ان سے مؤدّب طریق پر پیش آنا چاہئے۔ اور جب پیسے آئیں تو خود انہیں جا کر دے آئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"بعض دفعہ انسان کے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا ...... ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سختی سے انکار نہیں کرنا۔ بلکہ اس کے حق میں کلمہ خیر کہنا ہے۔ اور دعا کے ذریعہ اس کی مدد ہونی چاہیے۔ مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے دل میں اس وقت دینے کی آرزو جوش مارے گو ہاتھ میں دینے کو کچھ نہ ہو اور اس کی عادت ہو کہ خالی ہاتھ نہیں بھیجتا تو ضرور خدا تعالیٰ اس وقت اس کی دعا نہ صرف اس کے اپنے حق میں قبول فرمائے گا بلکہ مانگنے والے کو بھی عطا فرمائے گا۔"

(الفضل ۲۱ نومبر ۱۹۹۴ء)

انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں جہاں انسان کے مال میں برکت پڑتی ہے اور دولت میں فراوانی ہو جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا قرب بھی عطا ہوتا ہے۔ اور جنت سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ اور سخاوت کے نتیجہ میں لوگ اس کے ساتھ محبت کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگوں میں بھی مقبول ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اسے سکون اور قلبی راحت نصیب ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے اور جنت اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ جبکہ بخیل اللہ سے دور ہوتا ہے۔ جنت اور لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے اور جاھل سخی اللہ تعالیٰ کو عابد بخیل سے زیادہ پسند ہے۔"

(قشیریہ۔ الجود و السخا صفحہ ۱۳۲)

پس ایک سخی آدمی صدقات اور چندوں کے نتیجہ میں اور زیادہ وسعت اور کشادگی پاتا ہے اور بخیل اپنے بخل کی زنجیروں میں اور بھی زیادہ جکڑا جاتا ہے اور بخل کے نتیجہ میں ایسی حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ باوجود کوشش کے بھی کچھ خرچ نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انفاق فی سبیل اللہ میں تیز آندھی کی طرح تھے۔ اسی طرح صحابہ کرام تیز ہواؤں کی طرح صدقہ و خیرات کرنے والے اور راہ خدا میں خرچ کرنے والے تھے۔

حضرت ابی بن کعب جب غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بائیکاٹ کا حکم دیا۔ اور پھر جب خدا کی طرف سے ان کی بخشش کا اعلان ہوا تو وہ خوشی خوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ اس خوشی کے موقع پر میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں کچھ مال رکھ لو۔ انہوں نے عرض کیا اچھا میں خیبر والا مال رکھ لیتا ہوں۔ باقی سارا مال وقف کردیتا ہوں۔

(بخاری کتاب الزکوۃ)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا۔ میرے پاس اس وقت کچھ مال جمع تھا۔ میں نے سوچا اگر کسی روز ابو بکرؓ سے سبقت لے جاسکتا ہوں تو آج موقع ہے کہ میں سبقت لے جاؤں۔ چنانچہ میں اپنا نصف مال لے آیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کی اتنا ہی مال چھوڑ آیا جتنا کہ لایا ہوں۔ پھر ابو بکرؓ اپنے گھر کا سامان لے کر حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں تب میں نے کہا کہ میں ابو بکرؓ پر کبھی سبقت نہیں لے جاسکتا۔

(ترمذی ابواب الزھد)

صحابہ کرامؓ اس دنیا سے کٹ کر کسی اور ہی دنیا کے ہو گئے تھے۔ جو حب اللہ اور عشق رسولؐ سے سرشار تھے اس دنیا کی انکے لئے کوئی پرواہ نہ تھی۔ دنیا کے مال و دولت کی کوئی خواہش یا چاہت باقی نہ تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ جب بھی رسول پاکؐ نے مالی قربانی کی تحریک فرمائی۔ انہوں نے بے دریغ مال و اسباب کو پانی کی طرح بہادیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے لیے وہی جذبہ ایمان، وہی قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کریں اور دور اولین کا نمونہ اپنے وجودوں سے دکھائیں۔

بلا تبصرہ

مرسلہ: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

"تکذیب کی سزا"

جناب حکیم افتخار یوسف زئی صاحب بسلسلہ "سورۃ الاعراف" میں لکھتے ہیں:۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے۔

"اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیز گار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تکذیب کی۔ سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔" (۹۴)

ہم مسلمان ہیں اور خدا کے محبوبؐ کی امت کہلاتے ہیں۔ لیکن عذاب الٰہی سے تباہ و برباد سابقہ قوموں کے سارے عیب ہم میں موجود ہیں۔ وہ تو چند برائیوں اور نافرمانیوں کے سبب تباہ ہوئی تھیں کیونکہ اس دور میں گناہوں کا دائرہ بھی محدود تھا اور اب یہاں تو ہر روز نت نئے شیطانی دائرے بنتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ہر قسم کی برائیوں میں سرتاپا ڈوب رہے ہیں۔ اس کو ترقی پسندی اور جدت طرازی کہہ رہے ہیں۔ فرمان الٰہی کو صرف دکھاوے کے لئے مان رہے ہیں جب کہ حقیقتاً اس سے باغی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ہم پر کوئی بڑا عذاب مسلّط ہو۔ اگر ہم نے اسلام کو دل سے قبول نہ کیا' اس پر مکمل عمل نہ کیا تو عنقریب ہمارے اپنے ایجاد کردہ اسلحے ہی متحرک ہو کر زمین کی ہر چیز کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔ یا پھر ہمارے گناہوں سے بوجھل زمین پھٹ پڑے گی اور لاوے اور آگ کے سیلاب امنڈ آئیں گے۔ ہم خدا کے فرمان سے انکاری ہیں اور قرآن مجید کو حلق سے اوپر اوپر پڑھتے ہیں۔ اور پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو صرف سنتے ہیں۔ گویا ہم دین کی ہر بات کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور شیطان کی پھیلائی ہوئی برائیوں' بے حیائیوں' بد چلنیوں' مکاریوں' عیاریوں اور بد فعلیوں کو خوب اپنائے ہوئے ہیں۔ ہم نے اگر صدق دل سے قرآن مجید پر عمل نہ کیا اور فرمان رسولؐ کی پیروی نہ کی تو دنیا کی قوموں میں عبرت کا نشان بنا دیئے جائیں گے اور ہمارا نام تک بھی باقی نہ رہے گا۔ اللہ ہم پر رحمت فرمائے۔"

(پندرہ روزہ "المنبر" فیصل آباد ۱۸ فروری تا ۴ مارچ ۱۹۹۹ء صفحہ ۲۱)

"یہ طرز عمل درست نہیں"

اکیسویں صدی اور علماء اسلام کے عنوان سے جناب زاہد الراشدی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"ہمارے علماء کرام کی ۹۵ فیصد اکثریت اسلام کے اجتماعی کردار اور اس کے تقاضوں سے بے خبر ہے اور انتہائے ستم یہ ہے کہ اپنی اس بے خبری سے بھی اسے آگاہی حاصل نہیں ہے۔ ہم دنیا بھر میں اسلام اسلام کا نعرہ لگا رہے ہیں، اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں، کفر کو للکار رہے ہیں اور شریعت کا پرچم ہاتھ میں لئے معرکہ آرائی کے لئے تیار کھڑے ہیں مگر اسلام جب نافذ ہوگا تو کونسی چیز نافذ ہوگی، کہاں نافذ ہوگی اور کیسے نافذ ہوگی؟ اس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے اور ملک اور دنیا کے مروجہ نظام اور تہذیب و اقدار میں کہاں کہاں اور کون کونسی تبدیلی واقع ہوگی؟ اس سے بھی ہمیں کوئی سروکار نہیں ہمیں بس اسلام چاہئے اور صرف اسلام چاہئے اس کے علاوہ ہم کوئی بات نہیں جانتے۔ اس طرز عمل کے بارے میں ایک قصہ اکثر سنایا کرتا ہوں۔ آج بھی عرض کر دیتا ہوں کہا جاتا ہے کہ ایک خان صاحب (کوئی پٹھان بھائی ناراض نہ ہو میں خود بھی پٹھان ہوں) راستے میں جا رہے تھے کہ انہیں سامنے سے ایک ہندو لالہ آتا دکھائی دیا۔ خان صاحب ایک کافر کو دیکھ کر غصے میں آگئے جی میں آیا کہ اس کو کلمہ پڑھانا چاہئے اسے مسلمان کرنا چاہئے۔ ہندو قریب آیا تو خان صاحب نے اسے گریبان سے پکڑا اور ایک ہاتھ سے خنجر نکال کر اس کے سامنے لہراتے ہوئے کہا کہ "کاپر کا بچہ! کلمہ پڑھتے ہو یا نہیں؟" اس نے دیکھا کہ خان صاحب کے ہاتھ میں خنجر ہے اور آنکھوں میں خون اتر آیا ہے، وہ ڈر گیا اور کہا کہ خان صاحب مجھے کلمہ پڑھاؤ میں پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر خان صاحب پہلے سے زیادہ غضبناک لہجے میں بولے۔ "کاپر کا بچہ! خود کلمہ پڑھو آتا مجھے بھی نہیں ہے"

اس وقت ہماری حالت بھی یہی ہے۔ ہم پوری دنیا سے کلمہ پڑھانا چاہتے ہیں اور دنیا بھر میں اسلام کے نفاذ و غلبہ کے لئے مضطرب ہیں لیکن جب ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ اچھا بتاؤ اسلام کیا ہے؟ اور اسکا اجتماعی نظام کیا ہے؟ تو ہمارے غیظ و غضب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور "آتا مجھے بھی نہیں ہے" کی مجسم کیفیت کے ساتھ "اسلام اسلام" کا نعرہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طرز عمل درست نہیں ہے اور ہمیں اس پر نظر ثانی کرنی چاہئے...... علماء اسلام سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج کی دنیا کو اسلام سمجھانے کے لئے اپنی روایتی زبان استعمال نہ کریں۔ ہماری روایتی زبان مناظرہ، فتویٰ اور حکم کی زبان ہے جو آج کے دور میں متروک ہو چکی ہے۔ وہ کار آمد نہیں ہے بلکہ نقصان دہ ہے۔ آج کی زبان منطق و استدلال کی زبان ہے۔ حکمت و فلسفہ کی زبان ہے اور وہ زبان ہے جو لوگوں کو اسلام سمجھانے کے لئے امام غزالیؒ اور امام ولی اللہ دہلویؒ نے استعمال کی ہے۔"

(روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد ۱۴ فروری ۹۹ء صفحہ ۷)

"تنظیم اسلامی سے اختلاف کی وجوہ"

جناب مولانا وصی مظہر ندوی صاحب کو جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی دو کتابیں "اسلام کی نشاۃ ثانیہ (کرنے کا اصل کام)" اور "مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل" برائے مطالعہ و تبصرہ دیں۔ جواباً ایک کھلا خط لکھا گیا جس میں مولانا وصی مظہر ندوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مجھے اس صاف گوئی پر اگر آپ معاف رکھ سکیں تو میں کہوں گا کہ آپ نے درس قرآن اور اجتماعات جمعہ کی بڑی بڑی حاضریوں اور ٹی وی کے پروگرام "الہدیٰ" کی مقبولیت سے مغرب زدہ طبقوں کے گھروں میں داخل ہو جانے کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر تنظیم اسلامی کی تاسیس اور اس کے زیر نگرانی عوامی مظاہروں کے اہتمام میں نہ صرف اسی جلد بازی سے کام لیا جس کا شکار جماعت اسلامی کی قیادت بعض وقتی کامیابیوں کی بنا پر ہو گئی تھی بلکہ جماعت اسلامی سے بھی آگے بڑھ کر آپ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ آپ کی زیر قیادت جس جماعت کی تاسیس ہو رہی ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی زیر قیادت تشکیل پانے والی جماعتوں سے مماثلت رکھتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے کبھی دھیمے سروں میں اور کبھی ذرا بلند آہنگ کے ساتھ انہی حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو حاصل ہوتے ہیں یا جو صرف "الجماعت" کے لئے ثابت ہیں۔ .... رہی آپ کی کتاب "مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل" تو اس کے بارے میں بالاختصار صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اپنی سوچ کی چولیں بٹھانے کے لئے آپ نے مقدس قرآن اور بالخصوص احادیث و روایات کے ذخیرہ کو جس طرح استعمال کیا ہے موہومہ یا مزعومہ اشارات پر آپ نے افکار و نظریات کا جو ہوائی قلعہ تعمیر کیا ہے افسوس ہے کہ مجھے اس طرز استدلال سے کبھی دلچسپی نہیں پیدا ہو سکی۔ جس طرح کہ لکھنؤ میں جمعیت علماء ہند کے ایک شعلہ بیان مقرر مولانا عبدالحلیم صاحب انگیزوں کو دجال موعود ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب استدلال کیا کرتے تھے۔ بہر حال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایات اور احادیث اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں روایت کے اصولوں پر ان کے بارے میں اطمینان ہو جانے کے بعد ان کی صحت کے بارے میں اجمالی یقین رکھنا چاہئے لیکن ان سے اشارات مستنبط کر کے ان اشارات پر اپنے انفرادی یا اجتماعی طرز عمل کی بنیاد رکھنا محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے لگنا ہے اس باب میں آپؐ کے اخذ کردہ نتائج سے شاید اتنا زیادہ اختلاف نہ کیا جا سکتا ہو تاہم ان نتائج تک پہنچنے کے لئے محکمات کی کیا کمی ہے!!"

(ہفت روزہ "زندگی" لاہور ۱۰ تا ۱۶ جنوری ۹۹ء صفحہ ۴۸)

"مذہبی جنون اور فرقہ واریت"

محترمہ زاہدہ حنا صاحبہ اپنی ایک تحریر بعنوان "مذہبی جنون اور فرقہ واریت کا عفریت" میں لکھتی ہیں:-

"ہمارے شہروں اور قصبوں میں شیعہ اور سنی' وہابی' دیو بندی' بریلوی اور دوسرے کئی مسلکوں سے تعلق رکھنے والے آج سے نہیں صدیوں سے اکٹھے رہتے آئے ہیں۔ ایک دوسرے سے عقیدے اور مسلک کا اختلاف رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک رہے ہیں۔ آج بھی ملک کی آبادی کا بیشتر حصہ رواداری اور وسیع المشربی پر یقین رکھتا ہے لیکن ہمیں ان طبقوں اور حلقوں کے لٹریچر اور ان کے خود ساختہ رہنماؤں کی اشتعال انگیز تقریروں سے آگاہ رہنا چاہئے جو صبح و شام ہمارے روادار سماج میں انتہاپسندی کا زہر پھیلا رہی ہیں اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے شہروں اور قصبوں کی دیواریں اقلیتوں کے خلاف کفر کے خود ساختہ فتوؤں سے سیاہ رہتی ہیں اور متعدد ایسے گروہ سامنے آگئے ہیں جو دوسرے مسلک کے افراد کو قتل کرنا نہ صرف یہ کہ عین ثواب سمجھتے ہیں بلکہ .... "ذمہ داری" قبول کرنے کے بیانات بڑے فخر اور اطمینان سے بھیجتے ہیں۔

ہندوستان میں عیسائی اقلیت کے ساتھ جو کچھ ہوا اور پاکستان کی کرکٹ ٹیم کا دورہ منسوخ کرانے کے لئے وہاں کے انتہاپسند جو رویہ اختیار کر رہے ہیں' اس پر تو پاکستان کے متعدد رہنماؤں کے بیانات اخباروں کی زینت بن رہے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے ان رہنماؤں نے اس خطرے کی شدت کو محسوس نہیں کیا ہے جو ہمارے سماج میں انتہاپسندی اور عدم رواداری کے سبب پیدا ہو رہا ہے۔

ہمیں جہاں دنیا بھر کے عدم روادار سماجوں کے خلاف موقف اختیار کرنے کی ضرورت ہے' وہیں اس بارے میں بھی غور و فکر اور عملی اقدامات لازمی ہیں کہ آخر ہمارے یہاں فرقہ وارانہ انتہاپسندی کیوں جڑ پکڑ رہی ہے' ہم صرف یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کہ یہ حکومت کا کام ہے اور وہی اس انتہاپسندی کو ختم کر سکتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم سب نے اس عدم رواداری اور وسیع المشربی کو کم کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے؟" (ہفت روزہ "زندگی" لاہور ۱۷ تا ۲۳ جنوری ۹۹ء صفحہ ۸)

طب و صحت

دماغ۔ چند اہم باتیں

(ماخوذ)

صبح سے لے کر شام تک اور پھر مسلسل رات گئے تک کام کرنے سے دماغ بوجھل محسوس ہوا کرتا ہے۔ لوگ اسے "دماغی تھکن" کا نام دیتے ہیں، لیکن سائنس دانوں کے مطابق دماغی تھکن کا کوئی وجود نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دماغ کی بناوٹ جسمانی عضلات کی طرح نہیں بلکہ اس کی کارکردگی برقی۔ کیمیائی خصوصیت (Electro- Chemical Charactor) رکھتی ہے۔

کئی گھنٹوں کے ذہنی کام کے بعد جب آپ کو دماغی تھکن کا احساس ہوتا ہے تو دراصل آپ کی آنکھوں، گردن اور پشت کے عضلات تھک چکے ہوتے ہیں جب کہ دماغ اب بھی اپنی سرگرمی جاری رکھ سکتا ہے۔

ایک نوجوان عورت اپنے دماغ میں چند اعداد کی ضرب کا عمل بارہ گھنٹے تک جاری رکھ سکتی ہے۔ بارہ گھنٹوں کے بعد اس کی کارکردگی اور رفتار میں معمولی سی کمی آئے گی۔ ان بارہ گھنٹوں کے بعد اگر وہ ضرب کا عمل ترک کر دیتی ہے تو اس کی وجہ اس کی دماغی تکان نہیں ہے، بلکہ جسمانی تھکن اور بھوک اس کے اصل اسباب ہیں۔ عموماً جس چیز کو دماغی تھکن سے تعبیر کرتے ہیں وہ کام سے بیزاری ہے۔ ایک ماہر نفسیات کے مطابق اس بے زاری کی وجہ، توجہ میں کمی اور یکسانیت ہوتی ہے۔

دماغ کی گنجائش بے پناہ ہے آپ کے جسم کا یہ حصہ کہ جو آپ کے سوچنے، محفوظ کرنے اور فیصلہ کرنے کا مرکز ہے، اس میں تقریباً بارہ ہزار ملیون چھوٹے چھوٹے خلیئے ہیں۔ ان میں سے ہر خلیئے میں مہین جنتوں (Tendrils) کا ایک سیٹ ہوتا ہے جس میں سے برقی کیمیائی پیغام گزر کر ایک خلیئے سے دوسرے خلیئے تک پہنچتا ہے۔ سوچنے اور محفوظ کرنے (یادداشت) کی صلاحیتوں کا برقی کرنٹ کے ان راستوں سے تعلق ہوتا ہے۔ ایک عام آدمی اپنے دماغ کی دس فی صد صلاحیت کا استعمال کرتا ہے۔ آج تک کوئی ایسا آدمی دریافت نہیں ہوا جو اپنے دماغ کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

"آئی کیو" دماغی صلاحیت کا صحیح اندازہ نہیں۔ کسی شخص کی ذہانت کا اندازہ لگانے کے لئے "آئی کیو ٹیسٹ" کا طریقہ رائج ہے۔ بعض لوگ یہ ٹیسٹ کرتے ہیں اور اگر ان کا اسکور حوصلہ افزا نہ ہو تو اس احساس

کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ ذہین نہیں۔ کسی شخص کی ذہانت اور دماغی صلاحیت کا درست اندازہ آئی کیو ٹیسٹ سے نہیں لگایا جا سکتا۔ تاریخ میں کئی ایسے لوگ گزرے ہیں جن کا آئی کیو عام افراد کے برابر تھا، لیکن وہ تاریخ کے اہم ترین افراد میں شمار کیے گئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ یہ ٹیسٹ کر رہے ہوں اس وقت آپ کسی جذباتی یا ذہنی خلفشار کا شکار ہوں۔ نیز کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن میں آدمی خوب دلچسپی لیتا ہے اور بڑھ چڑھ کر اس کام کو کرتا ہے۔ ایسے میں اس کی دماغی صلاحیتیں خوب عود کر آتی ہیں اور ذہانت بڑھ جاتی ہے۔

اچھی ذہانت یا بہترین دماغی صلاحیت کی بنیاد کس چیز پر ہوتی ہے؟ یقیناً بڑی کھوپڑی کا ذہانت کے معیار سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم ذہانت کا دماغ کے بالائی حصے میں موجود دماغی قشر (Cerebral Cortex) کی پیچدار سطح سے تعلق ضرور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دماغ میں صحیح دوران خون، آکسیجن اور گلوکوز کا جذب اور چند دیگر اہم کیمیائی مرکبات کی موجودگی ذہانت کے معیار کو بڑھانے میں معاون ہوتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک خاص میدان میں بھرپور مہارت رکھنے والے شخص کے دماغ کے کسی حصے میں عصبی ریشوں (نروفائبرز) کا غیر معمولی مجموعہ ہو۔

عمر کے ساتھ سیکھنے کی صلاحیت متاثر نہیں ہوتی۔ ایک بہت ہی عام غلط فہمی ذہنوں میں یہ بیٹھی ہوئی ہے کہ جیسے جیسے ہماری عمر بڑھتی جاتی ہے، ہماری سیکھنے کی صلاحیت کمزور پڑتی جاتی ہے، خاص طور پر بڑھاپے میں۔ اگرچہ یہ بات درست ہے، لیکن نہایت کم حد تک۔ عموماً عمر میں اضافے کے ساتھ سیکھنے کی صلاحیت ماند نہیں پڑتی۔ دراصل ہمارے سیکھنے کی صلاحیت کا انحصار دماغ میں نئے برقی سرکٹ کی پیدائش سے ہوتا ہے اور جب تک برقی سرکٹ کی پیدائش کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، آپ نئی معلومات اور ہنر سیکھنے کے قابل رہتے ہیں حتیٰ کہ نوے سال کی عمر میں بھی۔

لیکن دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ عمر میں اضافے کے ساتھ ساتھ بہت سی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں ماند پڑنے لگتی ہیں۔ طبی تحقیقات کے مطابق عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمارے جسم اور دماغ میں بہت معمولی ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ ان میں سے کوئی ایک ٹوٹ پھوٹ خطرناک نہیں ہوتی، لیکن اس تمام ٹوٹ پھوٹ کے مجموعی اثرات جسم اور دماغ پر کافی منفی ہوتے ہیں۔ معمر افراد میں دماغی صلاحیت میں کمی کا گہرا تعلق دماغ کو فراہمی خون میں کمی اور خاص طور پر آکسیجن اور گلوکوز کے انجذاب میں کمی سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معمر افراد اپنے بڑھاپے کے مقابلے میں اپنی جوانی کے معاملات کو زیادہ بہتر طریقے سے یاد رکھتے ہیں۔

دماغی قوت استعمال سے بڑھتی ہے۔ انسانی جسم کے عضلاتی نظام کی طرح انسانی دماغ بھی استعمال نہ کرنے

پر ناکارہ اور ورزش نہ کرنے پر سست ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بصری عصب (Optic Nerve) کو ابتدائی زندگی میں بے کار کر دیا جائے تو آگے چل کر اس عصب سے متعلق دماغی خلیات نمو پانا چھوڑ دیں گے۔

جیسے جیسے آپ کا دماغ پختہ ہوتا ہے، عصبی ریشوں کے گرد مائلین (Myelin) نامی روغنی جزو کی تہہ چڑھتی جاتی ہے اور جب تک مائلین صحیح طرح ان ریشوں پر چڑھ نہیں جاتی، یہ ریشے بھی صحیح طور پر کام نہیں کر پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ چونکہ ایک نومولود بچے کے عصبی ریشوں پر مائلین کی تہہ نہیں ہوتی، اس لیے ابتدائی دو تین سال کی باتیں بالکل یاد نہیں آتیں۔ ماہرین طب کا یہ کہنا کہ مخصوص ورزشیں کر کے مائلین کی پیدائش کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس طرح اپنی یادداشت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

ذہنی یا دماغی ورزشوں کے علاوہ مشق سے بھی اپنی یادداشت کی صلاحیت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ مشق (پریکٹس) کے ذریعے کچھ یاد کرنے کے وقت کو دو تہائی کم کیا جا سکتا ہے۔

لاشعور ایک حیرت انگیز ذخیرہ گاہ ہے۔ بلاشبہ لاشعور ہمارے دماغ کا ایک حیرت انگیز حصہ ہے اور اس کی گنجائش ہماری شعوری ذہانت سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے۔ آپ کے لاشعور میں ایسے لاتعداد واقعات محفوظ ہیں جنہیں آپ کے خیال میں (یعنی آپ کا شعوری دماغ یا شعور) آپ بھول چکے ہیں۔

ماہرین نفسیات اکثر مریضوں پر ایسے طریقے آزماتے ہیں جن کی مدد سے ان کے لاشعور میں محفوظ ماضی کے اہم واقعات ان کو یاد آجاتے ہیں۔ ہپناٹزم بھی اس کی ایک شکل ہے۔

نئے اور پرانے دماغ سے برابر کام لیا جائے۔ انسانی دماغ کے طبعی طور پر تین حصے ہوتے ہیں:

بالائی، وسطی اور زیریں، ان میں سے زیریں دماغ چند خود کار افعال سرانجام دیتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ پھیپھڑوں کو خون کی فراہمی جاری رکھتا ہے۔ وسطی یا درمیانی دماغ مذکورہ بالا خود کار افعال میں معاون بھی ہوتا ہے اور بالائی دماغ (سیریبرل کارٹیکس) تک پیغامات پہنچانے کے لیے رابطے کا کردار بھی ادا کرتا ہے۔ یہ حصہ ایک، مگر بہت بڑی خاصیت رکھتا ہے۔ اسی حصہ دماغ کی وجہ سے انسان، جانور سے ممتاز ہے۔

ماہرین کے مطابق زمین پر اولین جاندار میں بالائی دماغ کا بہت معمولی سا حصہ تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زیریں اور بالائی دماغ کے درمیان یہ تناسب بڑھتا گیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بالائی دماغ کو "نیا دماغ" (New Mind) کہتے ہیں۔ لیکن جوں جوں نیا دماغ پروان چڑھا، پرانے دماغ (زیریں دماغ) کی خصوصیات بھی ہم میں بدستور باقی رہیں۔

اپنی دماغی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ نئے اور قدیم دونوں دماغی حصوں کی کارکردگی کو بڑھایا جائے۔

(بشکریہ ماہنامہ الفاروق کراچی رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ)

آل پاکستان مجلس انصار اللہ بیڈ مٹن ٹورنامنٹ

منعقدہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۹۹ء

مجلس انصار اللہ پاکستان کے شعبہ صحت جسمانی کے زیر اہتمام حسب ہدایت صدر مجلس انصار اللہ پاکستان ۲۶-۲۷-۲۸ فروری ۱۹۹۹ء بمقام ایوان محمود ربوہ پہلا آل پاکستان انصار اللہ بیڈ مٹن ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ اس کے انتظامات کے لئے ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جو درج ذیل افراد پر مشتمل تھی۔ منتظم اعلیٰ عبدالجلیل صادق صاحب قائد ذہانت و صحت جسمانی، نائب منتظم اعلیٰ سید قاسم احمد شاہ صاحب، نائب منتظم اعلیٰ خالد محمود الحسن بھٹی صاحب، سیکرٹری ٹورنامنٹ شمیم پرویز صاحب، نائب سیکرٹری شیخ ظہیر احمد انور صاحب، منتظم مقابلہ جات نعیم الرحمان صاحب، منتظم رجسٹریشن حبیب الرحمن زیروی صاحب، منتظم رہائش وطعام و مہمان نوازی عبدالحلیم سحر صاحب۔ منتظم طبی امداد ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب۔ منتظم نظم و ضبط بشارت احمد صاحب۔ منتظم سٹیج لطیف احمد جھمٹ صاحب۔ ٹیکنیکل و اپیل کمیٹی صدر شمیم پرویز صاحب، ممبران میجر سعید احمد صاحب، شیخ رفیق احمد طاہر صاحب۔ ناظمین اضلاع و علاقہ کے ساتھ بذریعہ سرکلر اور بعض ناظمین کے ساتھ بذریعہ ٹیلی فون بھی رابطہ کیا گیا۔ وقت کی کمی اور بھرپور تیاری نہ ہونے کے باوجود گیارہ اضلاع کے ۳۰ کھلاڑی اس ٹورنامنٹ میں شامل ہوئے۔ سنگل اور ڈبل کل ۱۵۲ میچز کھیلے گئے نیز یہ ٹورنامنٹ لیگ سسٹم پر کھیلا گیا۔ مرکزی عہدیداران کے لئے الگ سیکشن تھا تمام کھلاڑیوں نے بہت عمدہ کھیل کا مظاہرہ پیش کیا۔

اس ٹورنامنٹ کا افتتاح ۲۶۔ فروری بروز جمعہ صبح نو بجے مکرم محترم چودھری حمیداللہ صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے فرمایا اور اختتامی تقریب ۲۸ فروری بروز اتوار ساڑھے چار بجے سہ پہر منعقد ہوئی جس کی صدارت مکرم محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے فرمائی آپ نے کامیاب کھلاڑیوں میں انعامات اور ٹورنامنٹ میں شرکت کرنے والے کھلاڑیوں میں سندات تقسیم فرمائیں۔ انعامات حاصل کرنے والے کھلاڑیوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

بیڈ مٹن سنگل: اول ظہیر احمد انور ربوہ۔ دوم نصیر احمد کراچی۔ بیڈ مٹن ڈبل اول نعیم الرحمان ربوہ۔ میر مبشر محمود ربوہ۔ دوم: عبدالحلیم سحر ربوہ۔ ظہیر احمد انور ربوہ۔

مرکزی عہدیداران صف اول:

سنگل اول: عبدالجلیل صادق۔ دوم۔ منور شمیم خالد

مرکزی عہدیداران صف اول:

ڈبل اول عبدالجلیل صادق۔ لطیف احمد جھمٹ۔ دوم ملک منور احمد جاوید۔ منور شمیم خالد۔

مرکزی عہدیداران صف دوم

سنگل اول سید قاسم احمد۔ دوم ۔ خالد محمود الحسن بھٹی

مرکزی عہدیداران صف دوم:

ڈبل اول: سید قاسم احمد۔ خالد محمود الحسن بھٹی۔ دوم: محمد اسلم شاد منگلا۔ ڈاکٹر عبدالخالق خالد۔

اس کے علاوہ بعض کھلاڑیوں کو عمدہ کھیل پیش کرنے پر حوصلہ افزائی کے انعامات بھی دیئے گئے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

تبسم مقصود لاہور۔ ضیاء اللہ واہلہ سرگودھا۔ مرزا محمد اکرام حیدر آباد۔ عبدالسلام طاہر حیدر آباد۔

اس ٹورنامنٹ کے سب سے زیادہ عمر کے کھلاڑی کرنل (ر) رفیق احمد صاحب بھٹی راولپنڈی کو خصوصی حوصلہ افزائی کا انعام دیا گیا۔ اُن کی عمر ۶۲ سال ہے۔

علاقہ فیصل آباد وہ واحد علاقہ تھا۔ جس کے تمام اضلاع نے اس ٹورنامنٹ میں نمائندگی کی۔ اس لئے ناظم صاحب علاقہ مکرم شیخ رفیق احمد طاہر صاحب کو خصوصی انعام دیا گیا مکرم شیخ رفیق احمد طاہر صاحب ناظم علاقہ فیصل آباد اور ڈاکٹر ناصر احمد جاوید صاحب ناظم ضلع حافظ آباد ایسے ناظمین تھے جو خود اس ٹورنامنٹ میں شامل ہوئے اور عمدہ کھیل پیش کیا۔ ان کو بھی خصوصی انعام دیا گیا۔

مکرم محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ پاکستان کی ہدایت پر دفتر مجلس انصار اللہ پاکستان کے کارکنان کے لئے ایک الگ سیکشن رکھا گیا تھا۔ ان کے انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ بیڈ منٹن سنگل اول منظور احمد۔ دوم: مبارک احمد ظفر

ڈبل: اول: وسیم احمد۔ منور احمد۔ دوم: عبدالصمد۔ ذوالفقار احمد۔

خاکسار اس ٹورنامنٹ کو کامیاب بنانے کے لئے کام کرنے والے جملہ کارکنان۔ ناظمین علاقہ و اضلاع اور کھلاڑیوں کا ممنون ہے

اس ٹورنامنٹ میں شامل ہونے والے تمام کھلاڑیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں

راولپنڈی: کرنل (ر) رفیق احمد بھٹی۔ میاں عبدالقدوس۔ جاوید احمد راشد۔ سید انور شاہ۔ عقیل احمد طاہر۔

فیصل آباد: چودھری محمد امجد جمیل۔ کرامت اللہ ججہ۔ مرزا ارشد اقبال۔

جھنگ: عبدالناصر بھٹی۔ رانا احمد علی

ٹوبہ ٹیک سنگھ: منیر احمد انجم۔

سرگودھا: ضیاء اللہ واہلہ۔ ملک سرفراز خان۔ حمید نواز جوئیہ۔ شوکت بشیر۔

اسلام آباد: رفیق احمد سعید۔

کراچی: نصیر احمد۔ سید نعیم احمد۔

حافظ آباد: ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید۔ سیف اللہ ناصر۔ نصیر احمد تنویر۔

لاہور: ملک تبسم مقصود۔ قریشی محمد عارف۔

حیدر آباد: عبدالسلام طاہر۔ مرزا محمد اکرام۔

ربوہ: مکرم نعیم الرحمان۔ شیخ ظہیر احمد انور۔ خواجہ رضی اللہ بٹ۔ سید مبشر محمود۔ عبدالحلیم سحر۔

کارکنان دفتر انصار اللہ پاکستان منظور احمد۔ مبارک احمد ظفر۔ وسیم احمد۔ منور احمد۔ عبدالصمد۔ ذوالفقار احمد۔

یوم تحریک جدید۔ ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء

مجلس مشاورت ۱۹۹۱ء کے فیصلہ کہ "چندہ کے علاوہ دیگر مطالبات کے لئے سال میں کم از کم دو مرتبہ "یوم تحریک جدید" منانے کا اہتمام کیا جائے" کی تعمیل میں امراء اضلاع و صدر صاحبان کی خدمت میں درخواست ہے کہ سال رواں کا دوسرا "یوم تحریک جدید" مورخہ ۱۶ر اپریل ۱۹۹۹ء بروز جمعتہ المبارک منایا جائے جس میں احباب جماعت کو چندہ کے علاوہ دیگر مطالبات تحریک جدید کی طرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔ اس موقع پر اپنی سہولت اور حالات کے مطابق جلسے منعقد کر کے دیگر مطالبات کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

خطبات جمعہ میں تحریک جدید کے مطالبات اور ان کی حکمت عملی بیان کی جائے۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ تحریک جدید کے ذریعہ جماعت پر ہونے والے انعامات و افضال الٰہیہ کا احباب کے سامنے ذکر کیا جائے۔

اس دن حسب ذیل چند مطالبات تحریک جدید پر خصوصی روشنی ڈالی جائے۔

○ احباب سادہ زندگی بسر کریں۔ لباس کھانے اور رہائش میں سادگی اختیار کی جائے۔ ○ والدین اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ ○ نوجوان اور پنشنر احباب دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔ ○ رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ ○ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ ○ جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا کام جو بھی مل سکے کر لیں۔ ○ قومی دیانت کا قیام کریں۔ ○ مقاصد تحریک جدید کے لئے خاص دعا کریں۔ نوٹ A : اگر کسی وجہ سے ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء کو یوم تحریک جدید منایا نہ جا سکتا ہو تو جماعتی فیصلہ کے تحت اپنی سہولت اور حالات کے مطابق کسی بھی مناسب تاریخ کو "جلسہ یوم تحریک جدید" منایا جائے اور اس کی رپورٹ سے دفتر کو مطلع فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء B مربیان و معلمین کرام سے یوم تحریک جدید کو کامیاب بنانے اور اس کی رپورٹ بھجوانے کے لئے تعاون کی درخواست ہے

وکیل الدیوان تحریک جدید۔ ربوہ

مضمون نگار حضرات سے

ادارہ اہل قلم حضرات اور نئے لکھنے والے احباب کا ممنون ہے کہ ماہنامہ انصار اللہ کے لئے لکھتے ہیں۔ ادارہ ایسے احباب کو خوش آمدید کہتا ہے اس گذارش کے ساتھ کہ مضمون بھجواتے وقت مندرجہ ذیل امور پر خاص توجہ دیں:۔ ○ مضمون یا نظم اصل بھجوائیں فوٹو کاپی نہ بھجوائیں فوٹو سٹیٹ مضمون شائع نہ ہوں گے۔ ○ حوالہ جات اصل کتب سے چیک کریں۔ بحوالہ یا بے حوالہ کوئی اقتباس نہ دیں۔ ○ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں ○ حاصل مطالعہ۔ ہلکے پھلکے مضامین۔ سبق آموز اور روح پرور واقعات۔ قبولیت دعا۔ قبولیت احمدیت' تاریخ احمدیت اور سیرت بزرگان کے واقعات ضرور تحریر کیجئے۔

ایڈیٹر

رود چناب

رود چناب رحمت پروردگار دیکھ
کتنے ہیں خوش نصیب یہ تیرے کنار دیکھ

پرچم اڑے گا جس کی ظفر کا جہان میں
اترا ترے کنارے ہے وہ شہسوار دیکھ

دیکھے ہیں تیری آنکھ نے لاکھوں حسین سین
منظر مگر ہے آج کا کیا شاندار دیکھ

وابستہ تیرے نام سے ہے داستان عشق
اس داستان عشق کی رنگیں بہار دیکھ

محمود غزنوی کا تعارف تجھے نصیب
محمود احمدی کا رخ تابدار دیکھ

اس غزنوی کے ساتھ تھی تلوار کی چمک
اس احمدی میں نور خدا آشکار دیکھ

ٹوٹی ہوئی ہے تیری بھی زنجیر موج آج
یعنی اسیر ہونے لگے رستگار دیکھ

صدیوں کی انتظار نے بخشا ہے یہ گہر
"ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ"

مدت سے ہے اسیر کمند ہوا ظفر
آقا بچشم لطف ادھر ایک بار دیکھ

مولانا ظفر محمد ظفر

نوٹ: (یہ نظم حضرت خلیفتہ المسیح الثانی المصلح الموعود...... کی دریائے چناب کی سیر کے موقعہ پر پڑھی گئی)

Monthly **Ansarullah** Rabwah

EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL – 92 April 1999.

"دینی خدمت وہی بجالا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو"

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میری یہ باتیں اس لئے ہیں کہ تا تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو اور اس تعلق کی وجہ سے میرے اعضاء ہو گئے ہو ان باتوں پر عمل کرو۔ اور عقل اور کلام الٰہی سے کام لو تا کہ سچی معرفت اور یقین کی روشنی تمہارے اندر پیدا ہو اور تم دوسرے لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف لانے کا وسیلہ بنو۔ اس لئے کہ آج کل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بناء پر ہے۔ اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں تا کہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔

میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور یہ قرار دئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔

مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ان کو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی اور اعلائے کلمتہ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دور جا پڑے اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے' الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجالا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔"

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ ۴۳)